دل کی کیفیت

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّهَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُّصَرِّفُهٗ کَیْفَ یَشَآءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ)) [رواہ مسلم: ١٧]

''سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام بنی آدم کے دل ربّ رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی مانند ہیں وہ ان کو جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ! دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دل کو اپنی بندگی کی طرف پھیر دے۔''

دین کے بنیادی اصول ⑪

اصول نمبر 10...... وَمِنَ السُّنَّةِ الّٰازِمَةِ الَّتِیْ مَنْ تَرَکَ مِنْھَا خَصْلَةً،وَلَمْ یَقْبَلْھَا وَیُؤْمِنْ بِھَا،لَم یَکُنْ مِنْ اَھْلِھَا:اَلْاِیْمَانُ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ،وَالتَّصْدِیْقُ بِالاَحَادِیْثِ فِیْہِ ، وَالْاِیْمَانُ بِھَا، لَا یُقَالُ:لِمَ؟ وَلَا کَیْفَ؟ اِنَّمَا ھُوَالتَّصْدِیْقُ وَالْاِیْمَانُ بِھَا۔

''سنت کے ضروری عقائد میں سے...... جو شخص ان میں سے ایک عقیدہ بھی چھوڑے،اسے قبول کرے نہ اس پر ایمان رکھے وہ اہل السنۃ میں شمار نہ ہوگا...... یہ ہے: تقدیر پر ایمان رکھنا،اچھی ہو یا بری۔اس بارے میں منقول احادیث کی تصدیق کرنا اوران پر ایمان رکھنا لازم ہے، کیوں؟اور کیسے؟ نہ کہا جائے،صرف تصدیق کرنا اوران پر ایمان رکھنا (ہی مطلوب) ہے۔''

اصول نمبر 11 ...... وَمَنْ لَمْ یَعْرِفْ تَفْسِیْرَ الْحَدِیْثِ،وَیَبْلُغْہُ عَقْلُہُ،فَقَدْ کُفِیَ ذٰلِکَ وَاُحْکِمَ لَہُ،فَعَلَیْہِ الْاِیْمَانُ بِہٖ وَالتَّسْلِیْمُ لَہُ۔

''جو حدیث کی تفسیر نہیں جانتا اوراس تک اس کی عقل کی رسائی بھی نہیں ہوتی،اسے بے نیاز کیا گیا اوراسے استحکام حاصل ہوا،سو اس پر ایمان لانا اوراسے تسلیم کرنا بہرحال لازم ہے۔''

اصول نمبر 12...... مِثْلُ حَدِیْثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ،وَمِثْلُ مَاکَانَ مِثْلُہُ فِی الْقَدْرِ ۔

''صادق اور مصدوق والی حدیث اوراس جیسی دوسری تقدیر والی روایات۔''

شرح: ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک تقدیر پر ایمان ہے۔آپ ﷺ نے جبریئل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا:''تو اللہ تعالیٰ،اس کے فرشتوں،اس کی کتابوں،اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر نیز تقدیر کے اچھا یا برا ہونے کی صورت میں اس پر ایمان لائے۔''[صحیح مسلم:۸]

یعنی بندے کا اس پر ایمان ہو: جو ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے، یہ اس نے اپنے پاس لوحِ محفوظ میں لکھا ہے،اوراس کا ایمان ہو: اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہی ہر چیز معرضِ وجود میں آئی ہے،اور وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔اسی طرح ایمان ہو: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، جو بھی اس دنیا میں موجود ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کا خالق ہے۔مخلوقات ہوں،لوگوں کے افعال یا احکام۔اس صورت میں اس کا یہ ایمان ہوگا کہ جو کام اس نے درست کیا ہے اس میں غلطی نہیں کر سکتا تھا اور جو غلط کیا ہے اسے وہ درست نہیں کر سکتا تھا۔

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جان لو!اگر ساری امت جمع ہو کر تمہیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہے، وہ ایسا نہیں کر سکتی سوائے اس صورت کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھی ہے،اسی طرح اگر وہ سب تمہیں کوئی نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو وہی کر سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھا ہے،قلمیں اٹھا دی گئیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔'' [سنن ترمذی:۲۵۱۶،مسند احمد،۱/۲۹۳۔]

فہرست

درسِ قرآن

سورة البقرة ⑨

...... اردو ترجمہ ......

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ (م:۱۲۳۰ھ)

...... حواشی ......

①......احادیث التفاسیر (حضرت مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ۔ م:۱۳۳۰ھ)

②......احسن الفوائد (مولانا ڈپٹی سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔ م:۱۳۳۸ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

﴿ وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (۷۸) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ (۷۹) وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۸۰) بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۸۱) وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۸۲) وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۗ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۸۳) وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (۸۴) ﴾

''اور ایک ان میں اَن پڑھ ہیں کتاب کی خبر نہیں رکھتے مگر اپنی آرزوئیں باندھ لیں اور اُن (کے) پاس (کچھ) نہیں مگر اپنے خیال۔ سو ان کی خرابی ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور ان کو اپنی کمائی سے خرابی ہے۔ (۱)❶ اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ لگے گی مگر گنتی کے کئی دن، تو کہہ کیا اللہ کے ہاں سے اقرار لے چکے ہو تو البتہ اللہ اپنا اقرار (کا) خلاف نہ کرے گا یا جو معلوم نہیں رکھتے اللہ پر جوڑتے ہو۔ کیوں نہیں جس نے گناہ کمایا اور اس کو اس کے گناہ نے گھیر لیا سو وہی دوزخ کے لوگ ہیں وہ اُسی میں رہ پڑے۔ (۲)❷ اور جو یقین لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت کے لوگ ہیں وہ اسی میں رہ پڑے۔ اور جب ہم نے بنی اسرائیل کا اقرار لیا بندگی نہ کرو مگر اللہ کی❸ اور ماں باپ سے، ❹ قرابت والے سے، ❺ یتیموں اور محتاجوں سے نیک سلوک (کرو) اور لوگوں کو نیک بات کہو اور نماز کھڑی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں (سے) تھوڑے (قائم رہے) اور تم کو دھیان نہیں۔ (۳) اور جب ہم نے تمہارا اقرار لیا آپس میں خون نہ کرو گے اور اپنوں کو اپنے وطن سے نکال نہ دو گے پھر تم نے اقرار کیا اور تم مانتے ہو۔''

احسن الفوائد

❶: یہ وہ لوگ ہیں جو عوام کو اُن کی خوشی کے موافق باتیں جوڑ کر لکھ دیتے ہیں اور اللہ یا رسول ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

❷: گناہ نے گھیر لیا، یعنی گناہ کرتا ہے اور شرمندہ نہیں ہوتا۔

یہود نے یہ جو کہا تھا کہ ہم کو آگ نہ لگے گی مگر گنتی کے دن۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس قول کا رڈ کر کے فرمایا کہ تمہارا گمان صحیح نہیں، بلکہ جس شخص کا یہ حال ہوگا جیسا کہ تمہارا ہے کہ نیکی کا تم میں نام نہیں برائیوں میں سراپا گرفتار ہو اس طرح کا شخص خواہ اہل کتاب میں سے ہو یا اہل کتاب کے علاوہ، قیامت کے دن وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

❸: عبادت کے معنی توحید پر مضبوط رہنے، رسولوں کی تصدیق کرنے نیز جو کچھ اللہ تعالی نے نازل فرمایا ہے اُس کے مطابق عمل کرنے کے ہیں۔

❹: **عن ابی امامة ان رجلا قال یا رسول الله ما حق الوالدین علی ولدهما ؟ قال ((هما جنتك و نارك))**

’’یعنی ایک شخص نے کہا اے رسولِ خدا ﷺ ماں باپ کا اولاد پر کس قدر حق ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تیری جنت و دوزخ ہیں۔‘‘

یعنی اگر انہیں راضی کر لیا تو جنت ملی اور اگر ناراض رہے تو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

[یہ حدیث مشکوٰۃ باب البر والصلہ فصل ثالث میں موجود ہے۔]

❺: **عن ابی عبد الله بن اوفی ((لا تنزل الرحمة علی قوم فیهم قاطع رحم))**

’’یعنی رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: اُس قوم پر رحمت نہیں اُترتی جس میں کوئی شخص ایسا ہو جو اپنے قرابت والوں سے بدسلوکی کرتا ہے۔‘‘

احادیث التفاسیر

(ف ا): حافظ ابن کثیر نے کہا: اُمی وہ ہے جو لکھنا نہ جانتا ہو۔ حدیث میں آیا ہے:

((انا امة امية لا نكتب ولا نحسب))

’’یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہم امی گروہ ہیں، لکھنا اور حساب کتاب نہیں جانتے۔‘‘

جو کچھ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اس پر چلتے ہیں۔

امانی کے معنی آرزو یا خیال باندھنے کے ہیں، دراصل کوئی شے ہو یا نہ ہو۔ جیسے وہ اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے ہیں حالاں کہ کتاب پر عمل نہیں کرتے، صرف دل کے چاؤ اور اٹکل پر چلتے ہیں۔ جیسے آج لوگ اپنے آپ کو سنی کہلاتے ہیں، حالاں کہ تارک سنت بلکہ دشمن سنت ہیں۔

بعض نے کہا امانی سے تلاوت مراد ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب کو صرف زبان سے پڑھ لیتے ہیں اُس کا نہ مطلب سمجھتے ہیں نہ عمل کی فکر ہے۔

سدی نے کہا تحریف سے مراد یہ ہے کہ حرام کو حلال، حلال کو حرام ٹھہرایا۔ رشوت لے کر مسئلہ بدل دیتے جو کوئی بغیر رشوت کے اور بدون کسی غرض کے مسئلہ پوچھتا اُس کو اصل مسئلہ بتا دیتے۔

تحریف کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں مگر حق بات یہی ہے کہ کہیں لفظوں کو بدلا ہے اور کہیں معنوں کو بدلا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو صرف ایک سورت دی تھی باقی توریت ہارون علیہ السلام کی اولاد کے پاس رکھ دی تھی۔ جب وہ لوگ بخت نصر کے معرکہ میں قتل ہوئے تو عزیر علیہ السلام نے تھوڑی سی توریت اُن لوگوں کے ذریعہ سے جمع کی تھی جن کو کچھ حفظ / یاد تھی، وہی توریت آج کل موجود ہے، اور اُس میں بھی کچھ کمی بیشی ہوگئی ہے۔ یہی حال انجیل کا ہے۔ اُس کے چار نسخے ہیں۔ اُن میں بھی باہم اختلاف ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہود کے علماء نے توریت میں نبی ﷺ کی صفت لکھی دیکھی کہ شرمگیں آنکھ، اوسط قد، مڑے ہوئے بال، خوب صورت چہرہ ہوگا۔ انہوں نے حسد سے اُس کو بدل کر یہ لکھ دیا کہ دراز قد، زرد رنگت اور سیدھے بال ہوں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ و امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانو تم اہل کتاب سے کیا پوچھا کرتے ہو یہ کتاب جو اللہ پاک نے اپنے نبی پر اتاری ہے سب خبریں دیتی ہیں، تر و تازہ ہے،

خالص ہے، اس میں کچھ ملاوٹ نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے تم کو سنا دیا ہے کہ اہل کتاب نے کتاب اللہ کو بدل ڈالا وہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ کر اس کو اللہ کی کتاب ٹھہرا دیتے ہیں۔ یہ علم جو تمہارے پاس آیا ہے کیا تم کو اُن کے سوال سے بے پرواہ نہیں کرتا۔ یعنی ضروری باتوں میں سے وہ کیا ہے جو قرآنِ شریف اور حدیثوں میں نہیں ملتا۔ پھر ایسی چیز کی کیا تلاش کرتے ہو جس میں ملاوٹ ہو۔ یہ پتا نہیں لگ سکتا کہ اصل بات کون سی اور بناوٹی کون سی ہے؟

(ف۲): یہود کہتے تھے: دنیا سات ہزار برس کی ہے۔ ہم لوگ ہر ہزار کے بدلے ایک دن دوزخ میں رہیں گے، پھر عذاب موقوف ہو جائے گا۔

ایک قول اُن کا یہ تھا کہ ہم نے چالیس دن بچھڑا پوجا تھا، اُس کے بدلے صرف چالیس دن دوزخ میں رہنا ہوگا۔

ایک قول یہ تھا کہ چالیس برس دوزخ میں رہیں گے، اس سے زیادہ نہیں رہیں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(ف۳): ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی ایسی تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توحید کے حکم کے ساتھ اس کا بھی حکم دیا ہے۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رجلا قال یا رسول الله ما حق الوالدین علی ولدهما ؟ قال ((هما جنتك ونارك))

''یعنی ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ ماں باپ کا حق اولاد پر کتنا ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔''

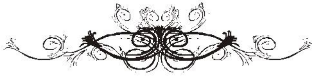
یعنی ان کو راضی رکھا تو جنت حاصل ہوئی، اُن کو ناراض رکھا تو دوزخ میں جلے گا۔

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

((کل الذنوب یغفر الله منها ما شاء الا عقوق الوالدین، فانه یعجل لصاحبه فی الحیوة قبل الممات))

''یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ہر ایک گناہ کے بدلے یہ بات مقرر ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو بخش دے لیکن ماں باپ کی نافرمانی کے واسطے یہ مقرر ہوا ہے کہ معاف نہ ہوگا بلکہ اس کی سزا میں اس قدر جلدی ہے کہ اکثر دنیا ہی میں سزا مل جاتی ہے۔''

اللهم احفظنا اللهم احفظنا ۔ آمین



جامعہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی توسیع

جماعت اہل حدیث ضلع شیخوپورہ کی مشہور تعلیمی دانش گاہ الجامعہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جھبراں کی توسیع کے لیے دس مرلے کا پلاٹ خریدا گیا ہے۔ ساڑھے آٹھ لاکھ روپے میں سودا طے ہوا تھا۔ چار لاکھ کا انتظام ہو چکا ہے۔ جب کہ ساڑھے چار لاکھ عنقریب ادا کرنا باقی ہیں۔ احباب جماعت کے مخیّر احباب اس صدقہ جاریہ کے کام میں معاونت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

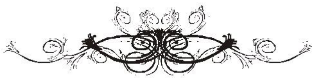
نیز جامعہ میں بچوں اور بچیوں کی تعلیم کا معقول بندوبست ہے۔ اندرون و بیرون شہر سے اس جامعہ کے معائنے کی خاطر احباب اور علمائے کرام اکثر تشریف لاتے رہتے ہیں۔

گزشتہ دنوں حافظ عبدالشکور مدنی صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی) مدرس جامعہ القدس لاہور بھی تشریف لائے اور انہوں نے جامعہ کی تمام کلاسوں اور لائبریری کا معائنہ فرمایا اور طلبائے جامعہ کو خطاب بھی فرمایا۔ اور جامعہ کی ترقی کے لیے دعا بھی فرمائی۔

حافظ محمد ایوب خالد رئیس جامعہ ہذا

نیشنل بنک غلہ منڈی کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 4630519

جھبراں ضلع شیخوپورہ۔ فون: 0300-8878629



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: العقل فی القلب

عقل کا محل دل ہے

۵۵۷۔ عن عِيَاض بن خليفة، عن عليّ رضى الله عنه، أنه سمعه بصفّين يقولُ: إنّ العَقْلَ فِى القلبِ، والرّحمةَ فى الكبدِ، والرّأفةَ فى الطحالِ، وَالنَّفَسَ فى الرّئة ۔

"عیاض بن خلیفہ بیان کرتے ہیں میں نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: عقل دل میں ہے، رحمت جگر میں، نرمی تلی میں اور سانس پھیپھڑے میں ہے۔"

باب: الكبر

تکبر کا بیان

۵۵۸۔ عن عبدِ اللّٰهِ بن عمروٍ قال: كُنّا جُلوسًا عندَ رسولِ اللّٰهِ ﷺ فَجاءَ رجلٌ من أهل البادية عليه جبّةُ سيجان، حتى قامَ على رأسِ النّبيّ ﷺ فقالَ: إنّ صاحِبَكُمْ قَدْ وَضَعَ كُلَّ فارسٍ ...... أو قالَ: يُريد أنْ يضَعَ كلَّ فارس ...... وَيَرْفَعَ كلَّ رَاعٍ، فأخذَ النّبيُّ ﷺ بِمَجَامعِ جُبّتَهُ، فقالَ: ((ألَا أرَىٰ عليكَ لباسَ مَنْ لَا يَعْقِلُ)) ثم قالَ: ((إنَّ نَبيَّ اللّٰهِ نُوحًا ﷺ لمّا حضرتْهُ الوَفَاةُ قَالَ لِابْنِهِ: إنّى قاصٌّ عَلَيكَ الْوَصِيَّةَ: آمُرُكَ بِاثنتين، وَأَنْهَاكَ عَنِ اثْنَتَيْنِ، آمُرُكَ بِلا إلٰهَ إلَّا اللّٰهِ، فإن السمٰوات السَّبعَ والأرضين السَّبْعَ لو وُضِعْنَ فِى كفةٍ، ووُضِعَتْ لَا إلٰهَ إلّا اللّٰه فى كفةٍ لرجَحَتْ بِهِنَّ، ولو أنّ السّمٰواتِ السَّبْعَ والأرضينَ السَّبْعَ كُنَّ حَلَقَةً مُبْهَمَةً، لَقَصَمَتْهُنَّ لا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ، وسُبحانَ اللّٰهِ وَبِحَمدِهِ، فَإنّها صَلَاةُ كُلِّ شَىْءٍ، وَبها يُرْزَقُ كُلُّ شىءٍ، وَأَنْهَاكَ عَنِ الشّركِ وَالكِبْرِ))، فقلتُ ...... أو قيلَ ...... يا رسولَ اللّٰهِ هذا الشّركُ قَدْعَرَفْنَاهُ فما الكِبْرُ؟ هو أن يكُونَ لأحدِنَا حُلّةٌ يَلْبَسُها؟ قال: ((لا)) ۔ قالَ: فهو أن يكُونَ لأحدِنا نَعْلَانِ حَسَنَتَانِ بهما شِرَاكَانِ حَسَنَانِ؟ قال: ((لا))۔ قَالَ: فهو أنْ يكُونَ لِأحدِنَا دَابّةٌ يركَبُهَا؟ قَال: ((لا)) ۔ قَالَ: فهو أنْ يكُونَ لأحدِنَا أَصْحَابٌ يجلسُونَ إلَيْهِ ؟ قال: ((لا))۔ قال: يا رسولَ اللّٰهِ فما الكِبْرُ؟ قالَ: ((سَفَهُ الحَقِّ، وغَمْصُ النَّاسِ))

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دیہاتی آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اس نے سیجان کا جبہ پہنا ہوا تھا۔ وہ آ کر آپ کے سر کے پاس کھڑا ہوگیا۔ کہنے لگا، تمہارے صاحب محمد ﷺ نے ہر گھوڑے کو نیچے گرادیا ہے یا کہا کہ ہر گھوڑ

سوار گرا دے گا اور ہر بکری کے چرواہے کو بلند کر دیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے جبے کو پکڑ کر فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں تو نے بے عقل لوگوں جیسا لباس پہن رکھا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں۔ دو باتوں کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں اور میں تجھے حکم دیتا ہوں لا الہ الا اللہ کے اقرار کرنے کا۔

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ کو تو اس کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں عقدہ لا ینحل بن جائیں تو لا الہ الا اللہ وسبحان اللہ وبحمدہ سے یہ عقدہ کھل جائے گا۔ یہ کلمہ ہر چیز کی دعا ہے اور اسی کے سبب سب کو رزق دیا جاتا ہے۔ میں تمہیں شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں اس پر میں نے عرض کیا یا کہا گیا، اے اللہ کے رسول! شرک کو تو ہم نے جان لیا ہے لیکن تکبر کیا ہے؟ کیا تکبر یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کے پاس کپڑے کا جوڑا ہو جسے وہ پہنتا ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، پھر عرض کیا کسی کے پاس اچھے جوتے ہوں اور ان کے تسمے خوب صورت ہوں کیا یہ تکبر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، پھر عرض کیا کیا یہ تکبر ہے ہم میں سے کسی کے پاس سواری کا جانور ہو جس پر وہ سواری کرتا ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، پھر عرض کیا کہ ہم میں سے کسی کے دوست احباب ہوں وہ ان کے ساتھ بیٹھتا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، تو عرض کیا اللہ کے رسول بتائیں تکبر کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: حق سے جاہل رہنا، حق کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔''

فائدہ: اس حدیث میں فضیلت ہے ہر ان دو کلمہ مذکور کی اور مذمت ہے تکبر کی یہ تکبر دو باتوں میں بتایا گیا ہے۔ ایک نہ جاننا حق کا دوسرا لوگوں کو بنظر حقارت دیکھنا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ سیجان جمع ہے ساج کی۔ ساج کہتے ہیں طیلسان سبز کو، یا ریشمی پٹی گویا کہ کلاہ (پگڑی) اس سے فارسی نوع کی بنائی جاتی ہے۔

۵۵۹۔ عَنْ عبدِ اللّٰهِ بنُ عمرٍو أنه قال: يا رسولَ اللّٰهِ أَمِنَ الْكِبْرِ ...... نحوه۔

''یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے دوسرے طرق سے بھی آتی ہے۔ یعنی جن امور کو ابن عمرو نے اپنے نزدیک تکبر سمجھا تھا جیسے عمدہ لباس پہننا یا عمدہ پاپوش یا عمدہ سواری یا جلسہ اصحاب۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کبر سے خارج بتا کر اور سفہ حق وغمص مردم (حق سے چشم پوشی کرنا لوگوں کو حقیر سمجھنا) کو تکبر ٹھہرایا۔''

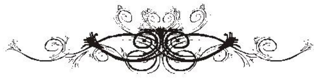
۵۶۰۔ سمعتُ ابنَ عمر عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يقولُ: ((مَنْ تَعَظَّمَ فِيْ نفسِهِ أو اختالَ فِيْ مشيتِهِ لَقِيَ اللّٰهَ عزَّوجلَّ وهو عليهِ غَضْبَانُ))

''حضرت عبداللہ بن عمر نے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے آپ کو اپنے دل میں بڑا سمجھے اور متکبرانہ چال چلے وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوں گے۔''

فائدہ: معلوم ہوا کہ منجملہ کبر کے یہ دو امر بھی ہیں اور متکبر مغضوب علیہ ہوتا ہے۔

۵۶۱۔ عن أبي هريرة قالَ: قالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: ((مَا اسْتَكْبَرَ مَنْ أَكَلَ مَعَهُ خادمُهُ، ورَكِبَ الْحِمَارَ بِالْأَسْوَاقِ، وَاعْتَقَلَ الشَّاةَ فَحَلَبَهَا))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا شخص تکبر والوں میں نہیں ہوگا جس نے اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھایا اور گدھے پر سوار ہو کر بازار گیا اور بکری کو باندھ کر دودھ لیتا ہے۔''



افتاء

کیا نماز میں زبان سے نیت کے الفاظ پڑھنا جائز ہے؟

مولانا محمد عباس صاحب

سوال: کیا نماز میں زبان سے نیت کے الفاظ پڑھنا جائز ہے؟

جواب: نماز میں اظہار نیت زبان سے کرنا بدعت ہے۔ کیوں کہ زمانہ مبارک آنحضرت ﷺ وصحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین رحمہم اللہ میں اس کی کچھ سند واصل پائی نہیں جاتی، اور جو چیز قرون مشہود لہا بالخیر کے بعد دین میں پیدا کی جائے وہ بدعت ہے۔ اس کے بدعت اور غیر مشروع ہونے پر جو حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے دلیل صریح اور قوی ہے۔

من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو ردّ ۔

"جو ایسی چیز پر عمل کرے جس کا ہم نے حکم نہیں دیا، وہ مردود اور مطروح ہے۔"

پس بموجب اس حدیث شریف کے نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعات میں سے ہے۔ لہٰذا علمائے حدیث اور فقہاء رحمہم اللہ نے اس کو بدعت سیئہ فرمایا ہے۔ چناں چہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں رقم طراز ہیں:

كان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلٰوة قال الله اكبر ولم يقل شيئا قبلها ولا تلفظ بالنية ولا قال اصلى صلوة كذا مستقبلاً للقبلة اربع ركعات اماما و ماموماً ولا قال اداءً ولا قضاءً ولا فرض للوقت وهذه عشر بدع لم ينقل عنه احد قط لا بسند صحيح لا بسند ضعيف ولا مسند ولا مرسل بل ولا عن احد من اصحابه وما استحبه احد من تابعين ولا الائمة اربع ۔ الخ

یعنی "رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے اور اس سے پہلے کچھ نہ فرماتے اور نہ زبانی نیت کرتے اور نہ یوں کہتے کہ میں فلاں نماز کی چار رکعت کعبہ کی طرف منہ کر کے امام یا مقتدی ہو کر پڑھتا ہوں اور نہ ادا یا قضا یا فرض کا نام لیتے۔ یہ دس بدعات ہیں کسی نے آپ سے کبھی نقل نہیں کیا نہ سند صحیح سے اور نہ سند ضعیف سے اور نہ مسند سے اور نہ مرسل سے بلکہ آپ کے زمانہ میں سے بھی کسی سے منقول نہیں ہوا، اور تابعین میں سے بھی کسی نے اسے مستحب نہیں کہا اور نہ چاروں اماموں نے۔" الخ

اور مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

احد وما الاكتفاء بنية القلب وهو مجزی اتفاقا وهو الطريقة المشروعة الماثورة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و اصحابه فلم ينقل عن احد منهم التكلم بنويت ما نوى صلوة كذا فى وقت كذا وفى ذلك كما حققه ابن الهمام فى فتح القدير وابن قيم فى زاد المعاد ۔

یعنی "پہلا اس کا اکتفا کرتا ہے ساتھ نیت دل کے اور وہ کافی ہے بالاتفاق اور یہی طریقہ مشروع ومنقول ہے رسول اللہ ﷺ سے اور آپ کے اصحاب سے اور ان میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہوا کہ انہوں نے زبان سے یوں کہا ہو کہ نیت کی میں نے یا نیت کرتا ہوں میں فلاں نماز، فلاں وقت میں اور نہ مثل ان الفاظ کے کوئی اور الفاظ کہے۔ ابن الہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر (حاشیہ ہدایہ) اور ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں ایسا ہی

تحقیق فرمایا ہے۔''

اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ نے آ کام النفائس میں ارقام فرمایا ہے:

كثيراً ما سئلت عن التلفظ بالنية هل ثبت ذلك من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه وهل له اصل فى شرع فاجبت بانه لم يثبت ذلك من اصحاب الشرع ولا من احد من اصحابه۔ الخ

یعنی ''زبانی نیت کرنے کا مسئلہ مجھ سے بہت دفعہ پوچھا گیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب سے ثابت ہے یا نہیں اور آیا شرع میں اس کی کوئی اصل بھی ہے، تو میں نے یہی جواب دیا کہ نہ تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ ثابت ہوا اور نہ ان کے صحابیوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوا۔''

اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ جلد اوّل مکتوب صد و ہشتاد و ششم میں تحریر فرماتے ہیں:

وهمچنيں است آنچه علماء در نيت نماز مستحسن داشته اند كے باوجود اراده قلب زبان نيز بايد گفت او حالانكه ازاں سرور عليه وعلى آله الصلوة والسلام ثابت نشده نه بروايت صحيح ونه بروايت ضعيف ونه از صحابه كرام وتابعين عظام كه بزبان نيت كرده باشند بلكه چوں اقامت مى گفتند تكبير تحريمه مى فرمودند پس نيت بزبان بدعت باشد۔

اور نواب قطب الدین رحمہ اللہ دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں ماتحت حدیث انما الاعمال بالنیات کے تحریر فرمایا ہے کہ نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: ماہ رجب کے پہلے جمعہ میں جو نماز بعض دیار میں پڑھتے ہیں جس کو صلوٰۃ الرغائب کہتے ہیں کیا یہ نماز جائز ہے یا نہ؟

جواب: قال الله تعالىٰ ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم ياذن بن الله الآية۔ یہ تشریع بلا امر شارع ہے جو جائز نہیں بلکہ بدعت ہے۔ فتاویٰ شامی، ص:۷۱ میں ہے:

ومن هنا يعلم كراهية الاجتماع على صلوة الرغائب التى تفعل فى رجب فى اول جمعة وانها بدعة ۔ الخ

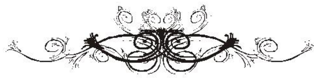
یعنی اس جگہ سے معلوم ہوجاتی ہے کراہیۃ اجتماع صلوٰۃ الرغائب کے لیے جو اوّل جمعہ رجب کے پڑھی جاتی ہے اور شامی ص:۹۳۵ میں ہے۔

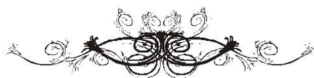
لانها لم توثر على هذه الكيفية فى تلك الليالى المخصوصة وان كانت الصلوة خير موضوع۔ الخ

یعنی صلوٰۃ الرغائب اس کیفیت کے ساتھ ان راتوں میں ماثور نہیں اگرچہ نماز بہتر (عمل) ہے۔ (لیکن عدم ثبوت کی وجہ سے صلوٰۃ الرغائب جائز نہیں، بلکہ بدعت ہے۔)

نوٹ......

اس دور میں ایسا ہوتا ہو کم از کم ہمارے علم میں نہیں۔[الاعتصام]





اسلام میں لونڈیوں کا نظام اور ہمارا میڈیا

پروفیسر عبدالرزاق ساجد، فیصل آباد

جنیوا مذاکرات، لونڈی سسٹم پر پابندی اور اسلام:

اکثر ارباب فکر ونظر یہ سمجھتے ہیں کہ اقوام عالم نے جنیوا مذاکرات میں مل کر اتفاق رائے سے اس لونڈی سسٹم کو ردّ کر دیا ہے، جس کے ساتھ اب اس کا دنیا میں وجود ہی نہیں رہا۔ لہٰذا اس پر گفتگو کرنا ہی اب مناسب نہیں۔ اس حوالے سے چند گزارشات پیش نظر رہیں:

روزِ اوّل سے قیامت تک کے لیے رہنما دین اللہ کے ہاں صرف اسلام ہے۔

﴿ ان الدين عند الله الاسلام ﴾

انسانوں کی صحیح رہنمائی، مکمل ہدایت اور امن وسلامتی کا پورا پورا ضامن یہی دین ہے۔ اس سے ہٹ کر اگر کوئی کسی اصول یا رہنمائی کو اختیار کرے گا، دنیا اسے ہاتھوں ہاتھ لے گی مگر وہ دربارِ الٰہی میں ناقابل قبول اور مردود حرکت ہوگی۔

﴿ ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه ﴾

یہ دینی رہنمائی ہر طرح کے حالات میں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر ہر اعتبار سے جامعیت اور اکملیّت کی حامل ہے۔

﴿ اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ﴾

اللہ ربّ العزت کی رضا اور خوشی اس بات میں ہے کہ انسان اپنے تمام معاملات زندگی کا حل اسی کلام الٰہی میں تلاش کرے۔

﴿ ورضيت لكم الاسلام ديناً ﴾

انقطاع وحی سے قبل کسی حکم میں تغیر وتبدل یا تعطل ونسخ کا امکان رہتا تھا، مگر انقطاع وحی کے بعد اب احکام ربانیہ میں تغیر وتبدل یا ان کی تعطیل ونسخ کا معاملہ باقی نہیں رہا۔ لہٰذا ساری دنیا بھی اگر مل جائے تو وہ کتاب وسنت کی کسی صریح نص کو معطل کر سکتی ہے اور نہ منسوخ قرار دے سکتی ہے، اور اگر وہ کوئی ایسا فیصلہ کر بھی لے تو یقیناً اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ شریعت اسے مردود قرار دیتی ہے۔

یاد رہے کہ لونڈیوں کا نظام وسسٹم اسلام میں اس لیے نہیں مانا جاتا کہ اسے اہل زمین میں سے کسی نے رائج کیا ہے بلکہ یہ انسانیت کے خالق ومالک نے عرش بریں سے اتارا ہے اور خالق سے بڑھ کر مخلوق کے نفع ونقصان کو کون سمجھ سکتا ہے؟ یا اس سے بڑھ کر انسانیت کا کوئی اور خیرخواہ کیسے ہو سکتا ہے؟

لونڈیوں کا نظام ﴿ ان الله على كل شيء قدير ﴾ اللہ ربّ العزت جیسے قادر مطلق کا ﴿ والله عليم حكيم ﴾ علم وحکمت پر مبنی قانون ہے۔

﴿ ما شاء الله فعل ﴾ جو بات اس کے معیارِ حکمت ورحمت پر پورا اترتی ہے اسے رائج فرما دیتا ہے اور وہ ہو کر رہتی ہے۔

﴿ وما لم يشأ لم يكن ﴾ اور جسے وہ ذات نہیں چاہتی وہ نہیں ہو پاتی۔

انسان دنیا میں تدبیر کرتا ہے۔ ﴿ الانسان يدبر ﴾ جب کہ تقدیر کھڑی مسکرا رہی ہوتی ہے ﴿ والله يقدر ﴾

جو انسان منصوبے بناتا ہے اس کی چاہت کے مطابق سب کچھ نہیں ہوتا، ہوتا وہی ہے جو ربّ چاہتا ہے۔

﴿ ما شاء الله كان وما لم يشا لم يكن ﴾

ایک میری اور آپ کی سوچ ہے کہ یہ ہونا چاہیے یا یہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں شر ہے یا اس میں بھلائی ہے۔

لیکن خیر وبرکت اور حکمت وبھلائی اسی میں ہے جو ربّ نے چاہا ہو۔﴿ و الخیر فیم اختارہ اللّٰہ﴾

لہٰذا اگر اس قانون میں ظلم وزیادتی کا کوئی عنصر ہوتا یا یہ شرف انسانیت کے منافی ہوتا تو باقی محرمات کی طرح اسے بھی حرام قرار دے دیا جاتا۔مگر جب اسے کتاب وسنت نے روا رکھا ہے تو یہود وہنود، یا نصاریٰ وکفار کا اکٹھ اسے کیسے ردّ کرسکتا ہے۔کتاب وسنت کی کسی نص کو تو مجتہدین امت محمدیہ کسی اجماع سے بھی نہیں ختم کر سکتے۔

جب یہ عالم وسیع ہے۔دین اسلام عالمی ہے،قرآن وسنت کی تعلیمات عالمی ہیں۔تو عالمی معاملات پر رہنمائی والے کے سارے نظام، تمام سسٹم،مکمل قواعد وضوابط اور ہر طرح کے قوانین بھی ابدی وعالمی ہیں اور ہمیشہ قائم ودائم رہنے والے ہیں، جو کسی انسان کے ختم کرنے سے ختم نہیں ہوتے۔

اقوام متحدہ اور جنیوا مذاکرات کا ڈھونگ:

تاریخ شاہد ہے کہ اقوام متحدہ ہو، انٹرنیشنل کانفرنسز ہوں، عالمی معاہدے ہوں یا جنیوا مذاکرات ہوں﴿ الکفر ملة واحدة ﴾ کے تحت ان کے تمام تر قواعد وضوابط، دستور ومنشور، ہر طرح کے گٹھ جوڑ صرف اور صرف ذاتی مفادات کے لیے ہوتے ہیں۔ان کا ہر اقدام جو بظاہر انسانیت کے نام پر آنسو بہاتے کیا جاتا ہے اس میں انسانیت سے مراد کفار ہوتے ہیں،مسلمان نہیں! انسانیت کے سب سے بڑے دشمن بھی خیر خواہی کے لبادے میں یہی لوگ ہیں کوئی اور نہیں۔

جنیوا مذاکرات جن کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے اسلام کے انتہائی نفیس ترین اور انسان دوستی پر مبنی لونڈی سسٹم پر انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں ہم اصحابِ حل وعقد اور اربابِ فکر ودانش سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا وہ قانون ساری دنیا کے لیے بنا تھا؟ یا صرف مسلمانوں کے لیے؟

اقوامِ متحدہ کا کون سا قانون ہے جس کی پاسداری بلاد کفار نے، یورپ ومغرب نے یا امریکہ واسرائیل اور بھارت نے کی ہے؟

اقوامِ متحدہ کے سارے قوانین کی پاسداری کیا صرف مسلمانوں اور بلادِ اسلامیہ پر فرض ہے۔

اقوام متحدہ کا یہ دوہرا کردار اور دوہرا معیار کیوں ہیں؟

اقوام متحدہ جس شدت سے کفارِ یہود ونصاریٰ کو تحفظ دینے کے لیے حرکت میں آتا ہے کیا اس قدر کبھی کسی مسلمان ملک کے لیے بھی اس نے وہی تیزی، درد اور تڑپ دکھائی؟

اقوامِ متحدہ کو جتنی جلدی اور جس قدر تیزی سے تیمور کی آزادی ضروری لگی کیا سالہا سال سے اس نوعیت کے مسلمان خطے کشمیر وچیچنیا کے لیے بھی اس نے کوئی پھرتی دکھائی؟ فلسطین کا علاقہ کیا تیمور سے زیادہ دور ہے؟

اقوامِ متحدہ کے چارٹر اور اصولوں کے مطابق جنگوں کے لیے جو ضابطہ اخلاق مسلمہ طور پر طے ہوا کیا اس کی پاسداری پر اس نے کبھی امریکہ کو مجبور کیا؟ کبھی برطانیہ کو نکیل ڈالی؟ کبھی اس نے یونائیٹڈ نیشن کا کارڈ استعمال کرتے ہوئے یورپی گٹھ جوڑ کو توڑنے کا سوچا؟ یا کبھی اسرائیل کو لگام دی؟

کیا اقوامِ متحدہ نے فلپائن، انڈونیشیا، بوسنیا، عراق یا افغانستان میں اپنے قواعد وضوابط پر جارحیت کرنے والوں سے کوئی عمل درآمد کروایا؟

جب پورا عراق تباہ وبرباد ہورہا ہوتا ہے، جب افغانستان تورابورا بن رہا ہوتا ہے، جب کشمیر بارود کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے، جب فلسطین ولبنان کیمیکلز اور خطرناک ہتھیاروں سے ملیا میٹ کیا جارہا ہوتا ہے، جب جامعہ حفصہ کو اجاڑا جارہا ہوتا ہے اس وقت اقوامِ متحدہ اور انسانیت کے خیر خواہ اندھے، بہرے اور گونگے کیوں ہوجاتے ہیں؟ ان کی غیرت پر برف باری کیوں ہوجاتی ہے؟

انسانیت اور عورت کے درد کے نام پر اسلام کے لونڈیوں والے نظام کو رڈ اور ختم کرنے والوں سے ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں اور بلا سوچے سمجھے ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے ذہنی غلاموں کے نیم مردہ ضمیروں کو بھی جھنجوڑنا چاہتے ہیں کہ سابقہ صدی کے آخری عشرہ اور اس صدی کے موجودہ عشرہ میں خود یورپ اور اقوامِ متحدہ نے عورت کے اس درد کو کبھی محسوس کیا؟ انڈیا، کشمیر، برما، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، پاکستان،

افغانستان، عراق بلکہ پوری دنیا میں مسلمان عورتوں کے ساتھ جس قدر غیر اخلاقی، غیر انسانی رویے اختیار کیے گئے، ان کی تذلیل کی گئی، ان کے ساتھ وحشت و درندگی کی انتہا کر دی گئی، ان کی عزت و آبرو کو پامال کر دیا گیا، انہیں ذہنی ونفسیاتی اور دماغی طور پر جس طرح مفلوج کر دیا گیا، جنسی وجسمانی تشدد سے جس طرح ان پر حیوانیت کے مظاہرے کیے گئے، جس کی صرف ایک مثال ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی ہی کافی ہے۔ اس پر اقوامِ متحدہ نے کیا قدم اٹھایا؟ کیا تب انہیں جنیوا مذاکرات یاد نہ رہے تھے، یا جب ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسی خواتین کی آزادی اور زندگیوں سے کھیلنے کے لیے عزتوں کو پامال کرنے کے لیے انہیں لونڈیوں سے بھی بدتر سلوک کرنے کے لیے خریدا جا رہا تھا، یا گرفتار کیا جا رہا تھا، تب کہاں تھے یہ جنیوا مذاکرات؟

مسلمانو یاد رکھو! یہ سب کچھ انہوں نے کافر عورتوں کے تحفظ کے لیے کیا ہے مسلمانوں کے لیے نہیں۔ مگر مسلمان پھر انہی کے گن گاتے دکھائی دیتے ہیں اور انہی کی زبان بولتے سنائی دیتے ہیں۔ واللہ المستعان

اسلام، لونڈی اور اس سے مباشرت کا معاملہ:

اسلام وحشت و درندگی پر مبنی چیر پھاڑ اور خون ریزی و ہوس پرستی پر مبنی جنگل والی لاقانونیت کا نام نہیں کہ

میدانِ جنگ سے عورتوں کی گرفتاری کے ساتھ ہی وہ اپنے ہر مجاہد وغازی یا فوجی وسپاہی کا فرضِ اوّلیں سمجھتا ہو کہ وہ انہیں فوراً خیموں میں لے جائیں اور ان سے جماع ومباشرت شروع کر دیں۔

اسلام اپنی کسی حکومت، امیر یا سپہ سالار کو قطعاً یہ اجازت نہیں دیتا وہ اپنے فوجیوں اور سپاہیوں کو عارضی طور پر ہم بستری کی اجازت دے دے۔ اور نہ اس بات کو روا رکھتا ہے کہ وہ وقتی طور پر کچھ وقت کے لیے اپنی فوج وسپاہ میں شہوانی پیاس بجھانے کے لیے ان خواتین کو تقسیم کر دے اور پھر واپس لے لے، بلکہ وہ تو اسے ناجائز فعل اور جرم زنا سے تعبیر کرتا ہے۔

خواتین کفار کی گرفتاری اور حکومت کے ہاں ان کی سپرداری:

اسلام اپنے دامن میں دشمن کی گرفتار شدہ تمام قیدی خواتین کے لیے انتہائی خوب صورت نظام اور بے مثال ضابطہ وقانون رکھتا ہے کہ ہر فوجی وسپاہی ان خواتین کو حکومت وقت، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین یا سپہ سالار اور اس وقت کی سرکار کی سپرداری اور تحویل میں دے دے گا۔

جنگی قیدی اور اسلامی حکومت کے صوابدیدی اختیارات:

اس کے بعد شریعت اسلامیہ اس حکومت کو درج ذیل صوابدیدی اختیارات دیتی ہے جو قیدیوں اور لونڈیوں کے حوالے سے کسی دیگر مذہب یا قانون میں دکھائی نہیں دیتے۔

ایک صورت یہ ہے کہ وہ ان پر نیکی اور احسان کرتے ہوئے انہیں رہا کر دے اور آزادی کا پروانہ ان کے ہاتھ تھما دے۔ کیا پوری دنیا اس خوبی میں شریعت اسلامیہ کا کوئی ثانی رکھتی ہے؟ کیا اسلام اب بھی برا ہے؟

ایک صورت یہ ہے کہ ان قیدی خواتین کو فدیہ یا کوئی مقررہ قیمت کے بدلے چھوڑ دیا جائے۔ کیا حقوق انسانی اور حریت ومساوات کے ٹسوے بہانے والے حضرات عالمی سطح پر اس طرح کی رواداری اور لچک کی کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں؟

ایک صورت یہ ہے کہ حکومت وقت ان قیدی خواتین کے تبادلے میں اپنے قیدیوں کو دشمن سے رہا کروالے۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ باقی لوگوں، قوموں اور حکومتوں کے طور طریقوں کے مطابق جس طرح وہ لوگوں کو جنگوں میں قید کر لیتے ہیں یہ بھی انہیں قیدی ہی بنا کر رکھیں۔

اسلام اور لونڈیوں کا روشن مستقبل:

اسلام لونڈیوں کے مستقبل کو تاریک اور خوفناک نہیں بناتا بلکہ انہیں روشن وتابناک مستقبل سے ہم کنار کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات اٹھاتا ہے۔

اسلام اور لونڈیوں کے وسیع تر مفاد کے لیے ان کی تقسیم:

لہٰذا وہ ان قیدی خواتین کی انسانیت، انسانی جذبات وخیالات، انسانی نظریات وفکریات، انسانی ضروریات واحساسات اور انسانی

تحفظات کی نگرانی وحفاظت کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہیں موقع مناسبت، حالات وواقعات اور قیدی خواتین کی تعداد کے مطابق اپنے مجاہدوں، غازیوں، فوجیوں اور سپاہیوں میں تقسیم کردینے کا سنہری اصول پیش کرتا ہے۔

لونڈیوں کی تقسیم میں اسلام کی کمال احتیاط:

یہاں اسلام کی یہ عظمت پر مبنی روایت بھی دھیان میں رہے کہ وہ قیدی خواتین کی جکڑ بندی کے بعد سرعام کہرام بپا نہیں کردیتا کہ اس بھگدڑ، نفسانفسی اور اودھم کے عالم میں جس کے ہاتھ جولگ جائے یا جتنی لگ جائیں وہ انہیں لے اڑے اور مزے لوٹتا پھرے یا گھڑ چڑھے اڑاتا پھرے۔ بلکہ اسلام اس تقسیم کار کے مرحلہ میں بھی کمال درجے کی حزم واحتیاط سے کام لیتے ہوئے پوری طرح محتاط رہتا ہے کہ کسی قسم کی بے قاعدگی یا بدنظمی کی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے۔

اس کی یہ تقسیم انسانی حقوق وفرائض اور ضروریات وتقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ملکی وملی اور معاشرتی احوال کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے انجام پذیر ہوتی ہے۔حتی کہ اسلام تو یہاں تک اہتمام کرتا ہے کہ اگر قیدی خواتین کے سابقہ مقام ومرتبہ کا معلوم ہوجائے تو وہ اس کے مطابق تقسیم میں انہیں عظمت اور پروٹوکول بھی مہیا کرتا ہے۔

مثلاً جنگ خیبر میں جنگی قیدی خواتین میں سیدہ صفیہ کا معاملہ ہی دیکھ لیجیے کہ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک سردار کی بیوی تھیں تو انہیں کس درجہ پروٹوکول ملا کہ خود سید المرسلین کے حرم مبارک میں ان کو جگہ ملی۔

مگر اسلام کی اس خوبی اور عظمت کو بھی منفی پہلو میں پیش کیا جاتا ہے۔ کیا غیر مسلموں اور ان کے بے جا نام نہاد مسلمان حامیوں سے قدرے انصاف کی توقع کی جاسکتی ہے؟ کیا ان میں کوئی بھی منصف مزاج انسان باقی نہیں رہا۔ ﴿ الیس فیکم رجل رشید ﴾

لونڈی کے جنسی وجسمانی حقوق اور اسلام:

اسلام دین حقیقت ہے لہٰذا وہ لونڈیوں کے عورت اور انسان ہونے کی حقیقت سے منہ نہیں موڑتا۔ اسلام دین فطرت ہے لہٰذا وہ لونڈی جو کہ عورت ہے اس کے فطری جسمانی وجنسی جذبات کو یکسر نظر انداز نہیں کردیتا۔ بلکہ اس کے وجود کے فطری تقاضوں پر نظر رکھتے ہوئے انتہائی وقار وعظمت کی پاسداری کے ساتھ لونڈیوں کے اس حق کو بھی مکمل تحفظ دیتے ہوئے اس کا ضابطہ اخلاق متعین کرتا ہے۔

مثلاً نہ تو وہ اس کے اس حق کو تلف کرتے ہوئے اس پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ چوں کہ وہ دشمن کی عورت ہے۔ لہٰذا اس کے جسمانی وجنسی حقوق پر مکمل پابندی ہے اور نہ اسے اس سے محروم کرنے کی کوئی سوچ رکھتا ہے۔ اور نہ ہی وہ اسے اس ضرورت کو پورا کروانے کے لیے مادر پدر آزاد اور بے مہار وبے لگام چھوڑ دیتا ہے۔ بلکہ حدود وقیود کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کی فطری ضرورت کے پورا کرنے کا اہتمام وانصرام کرتا ہے۔

آقا ولونڈی کا فطری تعلق اور اسلام کی قانون سازی:

اس سلسلے میں شریعت اسلامیہ نے درج ذیل بے مثال اقدام اٹھائے ہیں:

عورت کے فطری جذبات کی تکمیل کے لیے اسلام لونڈی کو یہ قانونی حق دیتا ہے کہ وہ اپنے آقا کی جس کے حصے میں وہ دوران تقسیم آئی ہے، وہ اس کے ساتھ اپنے جسمانی تعلقات قائم کرسکے۔ اور یہ حق اسے صرف اسی مرد کے ساتھ دیا ہے جس کے حصے میں وہ آئی ہے۔ عموماً جو تصور پایا جاتا ہے کہ لونڈی کو جو بھی مرد چاہے اس سے اپنے تعلقات قائم کرسکتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔

وہ عورت بے شک لونڈی ہے، دشمنانِ اسلام کی عورت ہے، لیکن ہے تو عورت اور انسان۔ اس لیے اسلام اس کی عزت وآبرو کو دردر نیلام نہیں کرواتا، نہ اسے کھلے عام ہر ایرے غیرے کے رحم وکرم پر چھوڑتا ہے۔ نہ اسے بے یارومددگار جیل کی کوٹھڑی میں جلنے، کڑھنے اور سڑنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

آقا ولونڈی کے جسمانی تعلق کی شرعی حیثیت:

اعتراض: اسلام پر یہ نقطہ اعتراض ہر عام وخاص، پڑھے لکھے یا

ان پڑھ حضرات کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام میں لونڈیوں کے ساتھ بغیر نکاح کے تعلق قائم کرنا ہوس پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بھی کھلی بدکاری، عیاشی اور زنا ہے جو کہ شریعت اسلامیہ کے ہاں قطعاً حرام فعل ہے، تو پھر اس کی اجازت کیوں؟

جواب: یہ اعتراض درست نہیں، اسلامی تعلیمات سے دوری، عدم واقفیت، لاعلمی اور جہالت کا شاخسانہ ہے۔ اس کے لیے اسلام کے درج ذیل اقدام کا مطالعہ ذرا نظر عمیق اور انصاف دقیق سے فرمایئے:

آقا اور لونڈی کا یہ جسمانی تعلق حرام نہیں ہوگا، یا اسے بدکاری وزنا کے زمرے میں نہیں لایا جائے گا۔

بلکہ جس طرح آزاد وخود مختار عورت سے ایک غیر مرد کے ناجائز تعلق کو اسلام نکاح کے منظّم طریقہ، گواہوں اور ایجاب وقبول سے جائز قرار دے دیتا ہے، اور ایک غیر عورت کو بیوی کا مقام ومرتبہ مل جاتا ہے۔ اسی طرح وہی ربّ، وہی خالق، وہی مالک، وہی اللہ، وہی وحی، وہی دین، وہی شریعت، وہی اسلام اور وہی پیغمبر عورت کی بعد از گرفتاری وحکومتی سپرداری اور پھر اس عورت کو باقاعدہ قانون وضابطہ کے تحت کسی ایک مرد کے نام الاٹمنٹ، تقسیم اور تحویل کرنے، اور بے شمار افراد کی موجودگی میں یہ سب کچھ طے پانے، اور اسی تقسیم اور نامی نیشن کے بعد اس مرد اور عورت کے باہمی تعلقات کو جائز قرار دیتے ہوئے ان دونوں کو آقا ومولیٰ اور مالک ولونڈی کا مقام ودرجہ دے تو پھر اس پر اعتراض کیوں؟

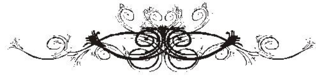
﴿ واللہ یحکم لا معقب لحکمہ ﴾

یہ تو خالق ومالک کی مرضی ہے کہ وہ انسانوں اور اپنے بندوں کے وسیع تر مفاد کے لیے جو چاہے قانون سازی کردے اس کے فیصلہ پر کسی کو نقطہ چینی یا حاشیہ نشینی کرتے ہوئے پر مارنے کی اجازت نہیں۔ یہ تو حاکم اعلیٰ اور خلاق عظیم کی مرضی ہے وہ کسی عورت کو نکاح کے ساتھ جائز کردے یا کسی عورت کو تقسیم اور الاٹمنٹ کے ساتھ جائز قرار دے دے۔

کسی مرد کو حکومت کی طرف سے تقسیم لونڈی کو ویسے ہی قانونی حق اور سند جواز مہیا کر دیتی ہے، جس طرح ایک آزاد عورت کا نکاح اسے قانونی فعل بنادیتا ہے۔

جس طرح نکاح میں سلیم الطبع انسان کراہت محسوس نہیں کرتا اسی طرح تقسیم وتوزیع، نامی نیشن کے ذریعے لونڈی کی تخصیص اور اس سے جماع، مباشرت اور تمتع کے حصول سے عار اور شرمندگی کس لیے؟

[جاری ہے]



نقطہ نظر

مسلم اُمہ کا عروج وزوال اور اسباب

پروفیسر عبدالعظیم جانباز (سیالکوٹ)

مسلمان قوم ایک ایسی قوم ہے، جس کا نظریہ حیات دیگر تمام مذاہب عالم سے یکسر مختلف تھا، اور جس کا نظریہ وطنیت بھی اپنی طرز کا جداگانہ مقام رکھتا تھا۔ اسلام نے ہر شعبہ زندگی کے لیے اس قدر جامع نظریات ونظام پیش کیے کہ ان میں کسی قسم کا سقم باقی نہ رہا، اور یوں مسلمان ان نظام ہائے کار کو سچے دل سے اپنا کر سفر حیات پر گامزن ہوئے اور ترقی کی منازل طے کرتے چلے گئے۔ مسلمان قوم کے عروج وزوال کے سفر کا طائرانہ جائزہ لیتے ہیں۔

مسلمان قوم نے بطور ملت اپنے سفر کا آغاز قبل اسلام کے فوراً بعد ہی کر دیا تھا۔ اسلام ایک ایسی قوت کا نام بن کر سامنے آیا کہ جس نے عزت وآبرو کے تاج کا حق دار صرف اور صرف متقی اور پرہیزگار کو ٹھہرایا جس نے رنگ ونسل، علاقائیت، وطنیت اور دیگر لسانی وقومی عصبیتوں کا خاتمہ کر کے صرف اور صرف محبت اور اخوت کا درس دیا۔ لوگوں کو ایک اللہ اور ایک رسول اور ایک کتاب کے نقطے پر مرتکز کر دیا اور غریب وامیر، انصار ومہاجر، ہاشمی وقریشی، مکی ویثربی، فارسی وافریقی اور عربی وعجمی کا امتیاز ختم کر کے انہیں سچے مسلمان کے نام کا لبادہ اوڑھایا تاکہ ان کی پہچان بطور سچے مسلمان کے طور پر ہو نہ کہ ذاتی حیثیت سے یا رنگ ونسل اور زبان کے اعلیٰ وبرتر ہونے سے۔

اسلام نے مسلمانوں کو انداز جہانبانی سکھائے اور اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لیے مسلمانوں نے بھی جان لڑا دی، جس کو اقبال نے اپنی نظم ''شکوہ'' میں یوں بیان کیا ہے۔

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

اسلام کی معجز نمایوں کا دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے بھی برملا اعتراف کیا ہے۔ اس حوالے سے پوپ جان گیمبرسن (۱۸۰۷۔۱۹۰۰) نے ایک اداراتی صفحے میں یوں کہا:

''دنیا کے بہترین مذاہب میں اسلام کا مقام قابل قدر اور نمایاں ہے، جس نے دنیا سے جہالت کی ظلمتوں کی جہالت کو رنگ ونور اور آگہی میں تبدیل کر کے رکھ دیا، اور لوگوں کو ایسی منزل کی راہ دکھائی جو امن کا مسکن اور مسکن کے امن کی ضمانت تھی۔ سب کو اسلامی تعلیمات کے زریں اصولوں کو اپنا کر اپنے جیون کو کامیاب بنانا چاہیے۔''

اسی طرح پروفیسر کرشن دھریوال لکھنو سے نکلنے والے اخبار ''Indians'' میں لکھتا ہے کہ ''میں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا اور اس کا برملا اعتراف کرتا ہوں کہ تمام مذاہب کے دساتیر اور قوانین کا بغور مطالعہ اور تقابلی جائزہ لینے کے بعد میں اس جگہ پر اس حقیقت کے سامنے سر جھکانے کو عار نہیں سمجھتا کہ تمام اخلاقی اصول وقوانین کے دھارے اسی ایک چشمے سے پھوٹتے ہیں۔''

مسلمانوں کے عروج کے اسباب میں اسلام کے غیر متبدل اور دائمی اصولوں کا ہی ہاتھ ہے جنھوں نے اسلام کو ایک شاندار اور مکمل ضابطہ حیات واخلاق کے طور پر متعارف کروایا۔ مسلمانوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ مسلمان اپنے عروج کے تمدن سے منحرف ہوگئے تھے اور انہوں نے عروج کے پروقار چلن بھلا دیئے تھے۔ اور جب تک مسلمانوں نے وحدت واخوت کی رسی کو تھامے رکھا، ان میں اتحاد کی قوت بہت مؤثر اور فاتح کے طور پر پرورش پاتی رہی، اور ان میں اتحاد کی اس قوت کا ہی اثر تھا کہ مٹھی بھر مسلمان دشمنوں کے جم غفیر پر غالب آتے رہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھئے، تاریخ کبھی جھوٹ نہیں بولتی، اور تاریخ کے اس بے صدا گنبد میں اقبال کا شکوہ یوں

صدائیں لگاتا ہوا ملتا ہے کہ

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟
کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے؟

اور پھر عروجِ مسلم کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے، جب مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں اپنے سے قریباً تین گنا تعداد میں موجود جدید ترین اسلحے سے لیس دشمنوں کے مقابل ڈٹ جاتے ہیں اور یہ تین سو تیرہ مسلمان اتحاد وایمان اور فتح کے یقین کا خود پہن کر جان لڑا کر جنگ جیت لیتے ہیں۔

ایک صفحہ اور پلٹئے، جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف بیس ہزار اور دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار، زمین دم سادھے تماشا دیکھ رہی تھی اور آسمان انگشت بدنداں تھا کہ ایک چیونٹی ہاتھی کو مسلنے چلی ہے۔ مگر شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ چیونٹی بھی بعض اوقات ہاتھی کی موت بن جایا کرتی ہے اور پھر یہی ہوا، صرف بیس ہزار مسلمان ایک وحدت کا روپ دھار کر ایک لاکھ بیس ہزار دشمنوں پر فتح یاب ہوئے۔

اور پھر دیکھئے، جنگ یرموک کا حیرت انگیز واقعہ جب تیس ہزار مسلمان قریباً پانچ لاکھ رومیوں کے سامنے سروں پر کفن باندھ کر نکل کھڑے ہوئے اور انہیں عبرت ناک شکست دی۔ تاریخ نے وقت کا فیصلہ محفوظ کر لیا۔ فتح مسلم قوم کے ماتھے کا جھومر بنا دی گئی، اور پھر ہم دیکھتے ہیں مجاہد اسلام طارق بن زیاد اور اس کے گیارہ سے بارہ ہزار سربکف مجاہدوں کے جذبہ ایمان کو جو اندلس کے ساحل پر ڈیڑھ لاکھ دشمنوں کی لاشیں جلا کر غالب آ جاتے ہیں۔

اسی طرح جنگ موتہ میں تین ہزار مسلمانوں نے تین لاکھ فوجیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے ۱۰۷۲ء میں سلجوقی کے چند ہزار سپاہیوں نے قیصر امانوس دیوجان کے دیو قامت اور لاکھوں کی تعداد میں فوجیوں کے ساتھ جنگ کی۔ اقبال نے انہیں جنگوں کے منظر کشی یوں کی ہے:

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ہم تو توپ سے لڑ جاتے تھے

اہل عرب دنیا پر اس طرح چھاتے جا رہے تھے، جیسے سورج کی روشنی اندھیرے میں گوشوں کو منور کرتی چلی جاتی ہے۔ باطل قوتوں پر لرزہ طاری تھا۔ ایرانی اور بازنطینی جیسی بڑی طاقتوں کو بھی دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ اور مسلمان تھے کہ فتوحات کو پکے ہوئے پھلوں کی طرح توڑ توڑ کر لطف اٹھا رہے تھے۔ اسپین تا شمالی افریقہ، ریگستان عرب تا میدان ہندوستان تک، افغانستان کی سربکف چٹانوں سے لے کر سمرقند بخارا کے مرغزاروں تک، بحیرہ روم سے مشرقی یورپ تک اور کوہ ہمالیہ کو روندتے ہوئے حصارِ دیوار چین تک مسلمان فتوحات کے جھنڈے گاڑے جا چکے تھے، اور یہ سلسلہ ہسپانیہ سے لے کر وسطی ایشیا کی سرحدوں تک اور دریائے سندھ کی طغیانیوں کے ساتھ ساتھ جاری رہا۔ معروف دانشور کہتا ہے کہ ''عربوں نے شام اور مصر کو فتح کر لیا، ایران ان کے حملوں کی تاب نہ لا سکا، بازنطینی اور بربر افریقہ سے محروم ہو گئے، الماتی ہسپانیہ کھو بیٹھے، مغرب میں فرانس اور مشرق میں قسطنطنیہ مسلمانوں کے نام سے کانپ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آٹھویں صدی کے آغاز میں یہ سوال اٹھنے لگا کہ دنیا میں کوئی ایسی طاقت ہے جو ان عربوں کا مقابلہ کر سکے۔''

کیٹس اینبرگ جرمن کا مشہور دانشور اس حوالے سے لکھتا ہے:

''اہل عرب کی فتوحات کے محرکات میں ان کے اتحاد کی قوت، اور مقصد میں لگن کی سچائی تھی، جس کی بدولت وہ کبھی پہاڑوں کو زیر پا کر لیتے تو کبھی میدانوں میں خیمے نصب کر لیتے۔ یوں لگ رہا تھا کہ تمام دنیا ان کے سامنے سرنگوں ہونے والی ہے۔''

مسلمانوں نے نہ صرف خدا کی زمین پر اپنی فتوحات کی داستانیں رقم کیں، بلکہ اپنے حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کی صفات کی بدولت تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری رکھا، جس کی وجہ سے ان کی فتوحات کی عمر مزید

لمبی ہوتی چلی گئی اور غلام وآ قا میں امتیازات ختم ہوگئے، امیر اور غریب مساوات کا دامن پکڑ کر برابری کی خیرات بانٹنے لگے، جس کا اظہار اقبال نے یوں فرمایا:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

مسلمانوں کے عروج کی سب سے بڑی اور اہم وجہ صرف اور صرف اتحاد کی قوت تھی، جس نے انہیں علیحدہ علیحدہ شناختوں سے ماورا کر کے صرف اور صرف مسلمان ہونے کی شناخت عطا کی۔فرقہ بندی کا کہیں کچھ نشان نہ ملتا تھا۔مسلمان متحد ہوکر ہر دشمن کی قوت پر غلبہ پاتے چلے جاتے تھے۔مگر یہ سلسلہ مسلسل نہ چل سکا، کیوں کہ قانون قدرت ہے کہ عروج کو زوال کا ذائقہ چکھنا ہوتا ہے اور ہر زوال کو دوبارہ عروج کی طرف جانا ہوتا ہے۔

ہم ذرا تاریخ کے مزید اوراق پلٹتے ہیں تو ہمیں عصبیت پسند ہشام بن عبدالمالک کا دور حکومت دکھائی دیتا ہے جو قبیلوں کے فخر پر اتراتا ہوا اموی سلطنت کو زوال پذیری کی طرف لے جاتا ہے اور عباسیوں کے خلاف نبرد آزما ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کے زوال کی بنیاد اسی لمحے رکھ دی گئی جب ایک مسلمان کی تلوار اس کے اپنے ہی مسلمان بھائی کی تلوار سے ٹکرائی تھی۔ ہسپانیہ اور بغداد میں مسلمانوں کی علیحدہ علیحدہ حکومتوں کی مرکزیت قائم ہوئی۔قاہرہ، ہسپانیہ اور بغداد ایک دوسرے کے حریف بنے۔ اتحاد چکنا چور ہوا۔ مخالف قوتوں نے متحد ہونا شروع کیا اور جدا جدا مسلمانوں پر اپنے حملوں کا آغاز کیا اور یوں صلیبی جنگوں کی بنا پڑی۔

مستعصم کے وزیر ابن علقمی کا کردار، سلطنت عثمانیہ کے خلاف ایران کے شاہ اسمٰعیل صفوی کا کردار بھی تاریخ میں مسلمانوں کے لیے زوال کا سبب بنا اور پھر مسلمانوں میں ہی میر جعفر اور میر صادق جیسے غداروں کا جنم ہوا جس پر لب کشائی کرنا اپنی ہی بدنامی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے مترادف ہے اور اس کی وجہ اقبال نے ''جواب شکوہ'' میں یوں بیان کی ہے:

ہاتھ بے زور ہیں ، الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا ابرہیمؑ پدر اور پسر آزر ہیں

عصر حاضر میں اگر مسلمان قوم کی حالت کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ کیا یہ وہی قوم ہے جس نے اپنے پاؤں میں قیصر وکسریٰ کی شان وشوکت کو روند ڈالا تھا۔کیا یہی وہ مسلمان قوم ہے جس نے دنیا کو بحر ظلمات سے نکال کر نور آگہی بخشا تھا۔ بخدا یہ قوم نہیں ہے۔ وہ قوم اتحاد اور اتفاق کا گوہر تھی اور یہ نفاق کا بدبودار پتھر، وہ قوم اپنے بھائیوں پر جان وارنے والی اور یہ قوم روپے پیسے کے لیے وعدے اور وفاداری ہارنے والی، وہ قوم قربانیوں کی مظہر، یہ قوم ہوس کا نشتر، وہ قوم روح ایثار کی علمبردار، یہ قوم مفادات اور ہوس کی بے سری جھنکار، وہ قدم اٹھائے تو خود صحراؤں کے دل دہل جائیں، اور یہ قوم قدم اٹھائے تو خود لرز لرز جائے، وہ قوم کہ ہر فرد انفرادی مجبوریوں سے آزاد، یہ قوم کہ قومی فرائض سے بے زار، وہ قوم کہ نبی ﷺ کی حرمت پر مرمٹ جانے والی اور یہ قوم کہ اقوال نبی ﷺ سے نگاہیں چرانے والی، تو پھر کیسے ممکن ہے کہ عصر حاضر میں مسلمان انہی فتوحات کے خواب دیکھیں جو ان کے آباء کی کنیزیں بن کر رہ گئیں۔اقبال نے بھی تو یہی بتایا ہے کہ

خود کشی شیوہ ہے تمہارا ، وہ غیور و خود دار
تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا ، وہ سراپا کردار
تم ترستے ہو کلی کو ، وہ گلستان بکنار

اس قوم کی زوال پذیری کی بنیادی وجوہات میں نفاق اور تفرقہ بازی شامل ہے، جنہوں نے مسلمانوں کو مفاد پرستی کی راہوں پر نہ صرف گامزن کیا بلکہ نفرت وتشدد کی طرف مائل بھی کیا۔ لالچ وہوس، مفاد پرستی، مادیت پرستی نے مسلمانوں کو اس بگولے کی طرح اپنے شکنجے میں کس لیا کہ مسلمانوں کو اس سے باہر کچھ دکھائی نہیں دیتا۔اس کے علاوہ دین سے دوری بھی مسلمانوں کے تمام مسائل کی وجہ بنی۔ جب

مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کے دین کو طاقِ نسیان میں رکھا تو پھر یزداں نے بھی اس قوم کو فراموش کردیا۔ اسے مکافاتِ عمل کے حوالے کردیا۔ اس کے علاوہ بدعملی و بےعملی، تساہل پسندی اور عیش کوشی نے مسلمانوں کے عروج کو دیمک کی طرح چاٹ لیا۔ ان میں جہد مسلسل، تگ ودو کی لگن اور لگن کی کوشش کے تخیلات بھاپ کی طرح اڑ گئے مسلمانوں کو کبھی افغانستان میں امریکی اور اس کے اتحادیوں کی بمباری سے ہزیمت اٹھانا پڑ رہی ہے تو کبھی بوسنیا میں روسی فوجوں کے ہاتھوں قتل ہونا پڑ رہا ہے۔ کبھی انڈونیشیا میں عیسائیوں کے ہاتھوں اجڑنا پڑ رہا ہے۔ تو کبھی اسرائیلی یہودیوں کے جور وستم سہنا پڑتے ہیں۔ اور پھر عراق کی اسلامی شناخت گم کرنا پڑ رہی ہے۔ یہ ذلالت ورذالت ہمارا مقدر صرف اس لیے بنی کہ ہم بےعملی اور بدعملی کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ منافرت اور فرقہ بندیوں میں الجھ گئے۔ ہم کافروں کو کافر کہنے کی بجائے نظریاتی اختلافات کی بنا پر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو کافر کہتے پھر رہے ہیں۔ اور جواباً وہ بھی مسلمانوں کو کافری کا عندیہ دے رہے ہیں۔ مسلمان، کافر نہیں ہوسکتا اور کافر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ مگر مسلمان کافری کرسکتا ہے مگر کافر مسلمانی نہیں کرسکتا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ممالک ایک ایسا موثر پلیٹ فارم بنائیں، جس پر تمام ممالک متفق ہوں، اور اس کے ممبران صرف اور صرف مسلمان ممالک ہوں۔ مسلمانوں کے اقتصادی مسائل حل کرنے کے لیے مجموعی طور پر ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔ اور کسی ایک مسلمان ملک پر غیر ملکی جارحیت کی صورت میں باقی تمام مسلمان صرف مذمت کرکے اپنے نام نہاد فرائض نہ پورے کریں بلکہ باقاعدہ اپنے مسلمان بھائیوں کے شانہ بشانہ ہوکر جارح ملک کے دانت کھٹے کریں، اور مسلمان ملک کی عملی مدد کریں۔ اسی چیز کا مظاہرہ ہمیں ۱۹۷۳ء میں عرب ممالک کے اتحاد سے نظر آتا ہے جب عرب ممالک نے یورپی ممالک کو تیل کی سپلائی میں قدرے کمی کی، جس کے نتیجے میں اہل یورپ کی معیشت ڈانواں ڈول ہونے لگی، اور ممالک اس کے دور رس نتائج کو سوچ کر لرز اٹھے۔ امریکہ میں پٹرول سے چلنے والی گاڑیوں کا استعمال یک لخت کم کردیا گیا۔ ملکہ برطانیہ شاہی کار کو ترک کرکے عام چھوٹی کار میں سفر کرنے لگیں۔ حتیٰ کہ بھارتی وزیراعظم نے کار کی بجائے بگھی کا استعمال شروع کردیا۔ اور ہالینڈ جیسے ملک نے اپنی عوام کو کاروں کے استعمال کو کم کرنے کا سرکاری اعلان کیا جس کے نتیجے میں کئی لاکھ لوگوں نے سائیکل کی سواری شروع کردی، اور یوں مغربی ممالک کی اقتصادی حالت یک لخت زوال پذیری کی طرف چلنے لگی۔ مگر پھر امریکہ اور روس نے سازش کے ذریعے عربوں کو گروہوں میں بانٹ دیا اور یوں وہ اپنے مذموم ارادوں میں پھر کامیاب ہوگئے۔

الغرض مسلم امہ کو سب سے زیادہ نقصان صرف اور صرف فرقہ بندیوں اور ذاتی مفادات کی ہوس کاری نے پہنچایا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر میں مسلمان ایمان ویقین کے ساتھ شریعت محمدی کے پرچم تلے جمع ہوکر خود کو صرف نبی ﷺ کے پیروکار سمجھتے ہوئے دنیا کی باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ اور اپنے اندر ایسا عشق اور خودی پیدا کریں جو مسلمان قوموں کی فتح اور فخر وغرور کا باعث بن جاتے ہیں۔ اور پھر مسلمان قوم کبھی زوال پذیری کی ذلت نہیں اٹھائے گی۔ جیسا کہ اقبال نے بھی اس راز کو یوں منکشف کیا ہے۔

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور ، فقر ہو جس کا غیور

آج بھی وقت ہے کہ مسلمان ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر نعرۂ اسلام بلند کریں تو صحراؤں کے دل دہل جائیں گے اور سمندر راستہ پیدا کردیں گے، کیوں کہ ایسا تاریخ نے ثابت کیا ہے اور سب کے سامنے کیا ہے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

راقم الحروف کی خوش دامن، مولانا علی محمد مرحوم چک ۴۴۷ گ ب سمندری کی اہلیہ محترمہ، ماسٹر عبدالستار، چوہدری عبدالسلام، چوہدری عبدالجبار کی والدہ محترمہ مؤرخہ ۲۶ فروری عشاء کے وقت بقضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین الاعتصام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کے لیے مغفرت تامہ وبلندیٔ درجات کی دعا فرمائیں۔ [قاری حبیب الرحمٰن (آغا)]

نقطۂ نظر

فل باڈی اسکینگ ملی غیرت کا امتحانی ٹیسٹ

عطامحمد جنجوعہ

اسلام عفت وحیا کا دین ہے جس نے مرد اور عورت کو جسم ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔ حتی کہ منکوحہ میاں بیوی کو تعلیم دی ہے کہ وہ صحبت کے وقت بالکل جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں۔ کیوں کہ اس طرح اولاد بے حیا پیدا ہوتی ہے۔ مزید برآں تاکید کرتا ہے کہ میاں اپنی بیوی کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔

چناں چہ شرم وحیا کے پیکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے رہے۔ اگر کوئی غیر مسلم بے حیائی کے فروغ پر اتر آتا تو اُن کی ملی غیرت جوش میں آ جاتی۔

جب مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے بازار میں آئی تو ایک یہودی نے شرارت کے طور پر اسے برہنہ کرنے کی کوشش کی تو ایک غیرت مند مسلمان یہ دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔ اُس نے یہودی کا سر قلم کر دیا۔ اس پر بازار کے تمام یہودی اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے شہید کر دیا، جب یہودی مصالحت پر آمادہ نہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن کے بعد یہودی سرنگوں ہوئے۔ تو اُن کو شام کے علاقہ میں جلا وطن کر دیا گیا۔ یہ اُس دور کا واقعہ ہے جب مسلمانوں کی تعداد صرف چند سو تھی۔

آج امریکی فضائی اڈوں پر ایسی اسکینر مشینیں نصب کر دی گئی ہیں جو کپڑا پہننے کے باوجود مسافروں کی کپڑوں سے بے نیاز تصویر بنانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ''خواتین وحضرات کو ان کی مرضی کے بغیر اور اُن کی سفری مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اُن کی شرمگاہوں تک کی تصویر کشی کی جاتی ہے۔ ایئرپورٹ کی چیک پوسٹ سے گزرتی سواری کو یہ مشین عریاں حالت میں چلتا دکھاتی ہے، جن ممالک کے باشندوں کو ان مشینوں کے ذریعے پرکھا جا رہا ہے ان میں سعودی عرب، پاکستان، ایران سمیت تیرہ مسلم ممالک شامل ہیں۔''

یہودیوں کے بھرے بازار میں ایک مسلمان اپنی دینی بہن کی توہین برداشت نہ کر سکا۔ ترپن اسلامی ریاستوں کی لاکھوں کی تعداد میں فوج ہے، اسلحہ کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں۔ پاکستان ایٹمی پاور کا مالک ہے۔ لیکن کسی مسلم حکمران کی رگ حمیت نہیں پھڑکی۔ حتی کہ معذرت خواہانہ انداز میں بیان نہیں دیا کہ اگر حفاظت کے لیے تلاشی ناگزیر ہو تو اسکینر کی بجائے عورتوں کی چھان بین کے لیے عورتوں کو ہی مقرر کیا جائے۔ سیاسی جماعتوں نے اس کو ایشو بنا کر احتجاجی مظاہرہ نہیں کیا کہ وہ کہیں لبرل ووٹوں سے محروم نہ ہو جائیں اور امریکہ اُن کی جماعت کو بنیاد پرستوں کی لسٹ میں شامل نہ کر دے۔

اگرچہ امریکہ اور یورپ میں عیسائیوں کی اکثریت آباد ہے لیکن امور حکومت پر یہودیوں کا کنٹرول ہے۔ یہ ایسی بدبخت قوم ہے جو مذموم مقاصد کے حصول کے لیے اپنی خوبرو عورتوں کو بے حیائی کے فروغ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے اہل نصاریٰ کو اپنے رنگ میں ڈھال لیا ہے۔

''پانچ ہزار سے زاید افراد نے سڈنی کے اوپیرا ہاؤس کے باہر برہنہ ہو کر امریکی مصور سے تصویر بنوائی۔ موقع پر تمام لوگوں کی نظریں ہاؤس کے بڑے بڑے گنبدوں سے ہٹ کر اس کی سیڑھیوں پر مرکوز ہو گئیں جہاں پانچ ہزار برہنہ مرد وزن موجود تھے۔''

[جنگ لاہور ۱۰۔۰۳۔۰۳]

صہیونی تنظیم کی کوشش بسیار کے باوجود مسلم عورتوں نے عفت

وحیا سے رشتہ پیوست رکھا۔'' برطانیہ سے پاکستان آنے والی دو مسلمان خواتین نے فل باڈی سکینر سے گزرنے سے انکار کردیا جس پر ائیرپورٹ حکام نے انہیں پی۔ آئی۔ اے کی پرواز میں سوار ہونے کی اجازت دینے سے انکار کردیا۔ عملے نے انہیں بتایا کہ اگر وہ اپنے فیصلے پر قائم ہیں تو انہیں طیارے میں سوار ہونے کی اجازت نہیں ملے گی جس پر دونوں خواتین نے ٹکٹ کے ۴۰۰ یورو کی پروا کیے بغیر اپنا فیصلہ برقرار رکھا۔ وہ طیارے میں سوار ہونے کی بجائے اپنے سامان کے ساتھ واپس چلی گئیں۔ [روزنامہ جنگ لاہور: ۱۰-۰۳-۰۴]

امریکہ میں مقیم یہودیوں نے حفاظت کی آڑ میں سکینر مشین سے گزرنے کا قانون لاگو کرایا۔ محترم سلیم منصور خالد مغربی رپورٹ کے حوالے سے خدشہ ظاہر کرتے ہیں:

''جینی میسریو اور مائیک ایلرز کی رپورٹ کے مطابق سفری حفاظتی انتظامیہ (TSA) لوگوں کو جتنا چاہے دھوکا دے لے۔ لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ انسانی شرف اور احترام کی تذلیل کا یہ پورا بندوبست ہے۔ خود ٹی۔ ایس۔ اے کی دستاویزات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان اسکینر مشینوں میں یہ بھرپور صلاحیت ہے کہ وہ مسافروں کی (عریاں) تصویریں بنا کر محفوظ رکھیں اور دوسری جگہ منتقل کریں۔ ایسی تصویریں جو زیب تن کپڑوں کے نیچے کے عکس بندی کر لیتی ہیں۔ کمپیوٹر ہیکروں یا دوسرے کارکنوں کے ہاتھوں ان تصویروں کے غلط طور پر استعمال ہونے کا ہر آن خدشہ موجود رہے گا۔ [۱۱ جنوری ۲۰۱۰ء cnn.com بحوالہ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، فروری ۲۰۱۰ء]

جب اہل مغرب اپنی قوم کی بیٹیوں کے بلیو پرنٹ عالمی مارکیٹوں میں کھلے عام نہایت سستے داموں مہیا کرتے ہیں اُن سے آپ کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ وہ مسلم عورتوں کے عریاں عکس تلف کردیں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ کسی مناسب موقع کی نزاکت دیکھ کر اُن کو مارکیٹ میں منظر عام پر لائیں گے۔ مسلمانوں کی ملی غیرت کا امتحانی ٹیسٹ ہے آیا وہ ذلت آمیز قانون کے خاتمہ کے لیے جدوجہد کرتے ہیں یا نظریہ ضرورت کے تحت قبول کر لیتے ہیں؟

امریکہ میں نائن الیون کا حادثہ یہودی پلان تھا، جس کی آڑ میں افغانستان اور عراق کو ملیا میٹ کردیا گیا۔ اسی طرح نائیجیریا کے مسلمان باشندہ کو آتش گر مادہ سمیت ہوائی اڈہ سے گرفتار کرنے کا واقعہ ڈرامہ ہے تاکہ اس کی آڑ میں اسکینگ مشین لگانے کا جواز مہیا ہوسکے۔ چناں چہ مسلم ممالک کو اقوام متحدہ میں اپیل کرنا چاہیے اگر انسداد نہ ہوا تو یو این او کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

او۔ آئی۔ سی کا نمائندہ اجلاس بلا کر امریکہ پر بھرپور دباؤ ڈالنا چاہیے کہ اگر اُس نے اسکینگ کا خاتمہ نہ کیا تو وہ مغربی بینکوں سے رقم نکلوا کر معاشی بحران سے دوچار کردیں گے۔ وہ مسلمان علماء جو بین المذاہب کانفرنسوں میں شرکت کرتے ہیں اُن کا فرض منصبی ہے کہ وہ اس مسئلہ کو عالمی کانفرنس میں پیش کریں۔ مزید برآں الہامی مذاہب میں عورتوں کو بے آبرو کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ پادریوں سے توثیق کرا کے عیسائی قوم کو ہم نوا بنایا جائے اور امریکہ کو مجبور کیا جائے کہ وہ انسان کو جانور بنانے کی صہیونی پالیسی سے اجتناب کرے۔

کالم نگار صاحبان اس کے مضر اثرات کو عالمی جرائد میں مدلل انداز میں بے نقاب کریں۔ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ مؤثر انداز میں نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں اور باڈی سکینگ کے قانون کو منسوخ کرا کر دم لیں۔

شیخ الحدیث مولانا احمد علی کی وفات

مولانا احمد علی نائب شیخ الحدیث جامعہ علوم اثریہ جہلم ۱۲ فروری بروز جمعۃ المبارک وفات پا گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیروالا میں تعلیمی مراحل طے کیے۔ آپ ایک لائق اور محنتی استاذ تھے۔ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ اثریہ جہلم میں تعلیم وتدریس کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیا۔ موصوف کچھ عرصے سے علیل تھے۔ ان کی نماز جنازہ مولانا محمد اکرم جمیل صاحب نے پڑھائی۔ جنازے میں میاں محمد جمیل صاحب، حافظ محمد الیاس اثری، حافظ عباس انجم گوندلوی ودیگر احباب نے شرکت فرمائی۔

[حافظ محمد اسلم شاہدروی]

یادِ رفتگاں

مولانا عبداللہ سلفی رحمہ اللہ کی یاد میں

ریاض احمد عاقب (مدرس مرکز ابن القاسم اسلامی، بوسن روڈ ملتان)

غالباً ۱۹۹۶ء کی بات ہے۔ راقم ان دنوں ملتان کی ایک دینی وعلمی درس گاہ مرکز ابن القاسم الاسلامی میں زیر تعلیم تھا۔ مرکز مذکور میں کچھ عرب شیوخ کی آمد کا تذکرہ سنا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ مرکز ہذا میں فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن حمد الجلالی سعودی عرب سے تشریف لا رہے ہیں۔

تھوڑی دیر گزری، خبر ملی کہ الشیخ الجلالی مرکز میں قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔ شیخ عبداللہ الجلالی کے ہمراہ عربی لباس میں ملبوس، سر پہ لال رومال دراز قد وقامت، موٹی موٹی گول آنکھوں، تیکھی ناک، سیاہ گھنی ڈاڑھی، سفید سرخی مائل رنگت اور روشن پیشانی والا ایک جوانِ رعنا تھا جو شیخ موصوف کو عربی زبان میں تعارف کروا رہا تھا۔

پوچھنے پہ معلوم ہوا یہ مولانا عبداللہ سلفی رحمہ اللہ (مدیر معہد الشریعۃ کوٹ ادو) ہیں۔ اس زیارت کے بعد دوبارہ ان سے ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن ان کی دینی، جماعتی، رفاعی، دعوتی وتبلیغی اور سماجی خدمات جلیلہ کا ذکر خیر اکثر اپنے دوست واحباب کی زبان سے سنتے رہتے تھے۔

مولانا عبداللہ سلفی رحمہ اللہ کو ہم سے بچھڑے ہوئے تقریباً تین ماہ بیت چکے۔ لیکن ان کی خدمات جلیلہ اور مساعی حسنہ ابھی گوشہ گمنامی کی نذر ہیں۔ مولانا موصوف کے اخلاف سے راقم السطور نے مولانا کے احوالِ زیست کے متعلق رابطہ کیا تھا لیکن ابھی تک کوئی معلومات میرے تک نہیں پہنچیں۔

اللہ بھلا کرے مولانا حمید اللہ خان عزیز صاحب (مدیر مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ) کا کہ انہوں نے ہمارے ممدوح عبداللہ سلفی رحمہ اللہ کی خدمات وآثار کو بے نقاب کیا ہے۔

یہ بات سچ ہے کہ انسان کی قدر ومنزلت مرنے کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ انسان کی زندگی میں ہر کوئی اسے ناقدانہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لیکن جب وہ اس جہانِ رنگ وبو سے کوچ کرتا ہے تو ہر کوئی اس کے بارے نرم گوشہ رکھتا ہے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے:

مر جائے تو بڑھ جاتی ہے انسان کی قیمت
زندہ رہے تو جینے کی سزا دیتے ہیں لوگ

ہمیں چاہیے کہ ہم انسان کی زندگی میں بھی اس سے نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کریں۔ اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اسے خراجِ تحسین پیش کریں اور مرنے کے بعد بھی اچھے لفظوں میں یاد کریں۔ یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج ان کی کل ہماری باری ہے

مولانا عبداللہ سلفی رحمہ اللہ کی مختلف خدمات ومساعی کو آشکار کرنے کے لیے راقم نے اس لیے قلم اٹھایا ہے کہ قارئین کرام مولانا موصوف کی دعوتی وتبلیغی، دینی وجماعتی اور رفاعی وسماجی سرگرمیوں سے مطلع ہوسکیں۔ مولانا موصوف کی خدمات جلیلہ واضح کرنے سے پہلے ان کے ابتدائی احوال پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مولانا عبداللہ سلفی رحمہ اللہ جنوبی پنجاب کی بے آب وگیاہ سرزمین ضلع مظفر گڑھ کے ایک پس ماندہ شہر کوٹ ادّو میں ۴ جون ۱۹۴۶ء کو محترم قادر بخش رحمہ اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔

مولانا موصوف ابھی بچپن کی عمر میں تھے کہ والد گرامی داغ مفارقت دے گئے۔ آپ نے پرائمری تک سکول کی تعلیم حاصل کی اور مقامی درس گاہ میں قرآنِ مقدس حفظ کیا۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد

کچھ عرصہ ڈیرہ غازی خان کی ایک دینی درس گاہ جامعہ قاسم العلوم میں پڑھتے رہے۔

بعد ازاں ملتان شہر کے ایک دینی مدرسہ خیر المدارس میں زیر تعلیم رہے۔تقریباً ۱۹۶۷ء میں ایک قریبی رشتہ دار کے ساتھ ملازمت کے سلسلے میں متحدہ عرب امارات کی طرف رخت سفر باندھا اور وہاں کے ایک اسلامی ادارے میں ملازمت اختیار کرلی۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ فارغ وقت میں دینی علوم وفنون سیکھنے کا مزید ذوق وشوق رونما ہوا۔ چناں چہ وہ ایک مصری عالم دین شیخ محمد تندی رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور ان سے رائج الوقت عربی علوم وفنون کی کتب پڑھیں۔اس طرح وہ وہاں کے علماء وشیوخ سے کافی حد تک متعارف ہوگئے۔

متحدہ عرب امارات میں قیام کے دوران مولانا موصوف نے قطر، ابوظہبی اور بحرین کے مختلف دینی وعلمی مراکز کے دورے کیے۔ اسی دوران مولانا ممدوح متحدہ عرب امارات سے سعودی عرب تشریف لے آئے اور سعودی عرب کے صوبہ ''الاحساء'' کے ایک مستند عالم دین شیخ ابوبکر یحییٰ کی شاگردی اختیار کی۔اس دوران انہیں عالم عرب کے عظیم مفتی سماحۃ الشیخ عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کے حلقۂ تدریس میں بیٹھنے کا موقع ملا۔

انہی دنوں حرم مکی میں علامہ عبدالحق محدث ریاستی ہاشمی رحمہ اللہ کی مسند علمی سجی ہوئی تھی۔محدث ہاشمی رحمہ اللہ کا حلقۂ درس وسیع تر تھا۔عرب کے بڑے بڑے علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کی آل واولاد کے بیشتر افراد آج بھی سعودی عرب میں کلیدی عہدوں پہ متمکن ہیں۔

چناں چہ ہمارے ممدوح عبداللہ سلفی رحمہ اللہ محدث ہاشمی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور ان سے صحیح بخاری کا درس لیا۔ یہاں سے آپ کے دل میں قرآن وحدیث کی عظمت بیٹھ جاتی ہے اور آپ کامل طور پر عامل بالحدیث ہوجاتے ہیں۔

مولانا سلفی رحمہ اللہ کی زندگی نئے دور میں داخل ہوجاتی ہے۔ آپ کے سینے میں مسلک حقہ کی تڑپ پیدا ہوجاتی ہے۔موصوف اب مسلک اہل حدیث کے پختہ اور راسخ العقیدہ سلفی عالم دین بن جاتے ہیں۔تقریباً عرصہ تین سال تک سعودی عرب کے مذکورہ جید وممتاز علمائے کرام سے شرفِ تلمذ حاصل کرکے دوبارہ متحدہ عرب امارات واپس آجاتے ہیں۔

متحدہ عرب امارات میں مولانا موصوف نے دین کی نشر واشاعت اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ساتھ امامت وخطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔کئی سال جامع مسجد ''العین'' میں اپنی دینی واصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں انہیں وزارت امور اسلامیہ اوقاف نے بحیثیت مبلغ مبعوث کردیا۔

متحدہ عرب امارات میں کافی عرصہ خدمات سرانجام دینے کے بعد آپ کے دل میں ایک نیا جذبہ رونما ہوا کہ کیوں نہ ہو اپنے علاقے کوٹ اڈو میں جا کر قرآن وحدیث کی آبیاری کی جائے۔ مولانا موصوف نے اپنے اس جذبہ صادقہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش وجستجو شروع کردی۔اور یہ سچ ہے:

راہِ طلب میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

مولانا سلفی رحمہ اللہ اپنے اس جذبہ میں سچے تھے۔چناں چہ وہ اپنے ارادے ومقصد میں کامیاب ہوگئے۔انہوں نے ۱۹۸۲ء میں ضلع مظفر گڑھ کی دشت وصحرا پر مبنی سرزمین کوٹ اڈو میں نسل نو کی تعلیم وتربیت اور دعوتِ اسلام کی نشر واشاعت کے لیے کئی ایکڑ زمین پر مشتمل معہد الشرعیۃ والصناعۃ کے نام سے ایک بہت بڑا دینی ادارہ قائم کیا جس کا افتتاح سعودی عرب کے مفتی اعظم، مایہ ناز عالم دین فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ رحمہ اللہ ودیگر عربی شیوخ کے ساتھ ساتھ پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا معین الدین لکھوی حفظہ اللہ کے ہاتھوں ہوا۔

کوٹ اڈو جیسی بے آب وگیاہ دھرتی میں بہ ظاہر ایسے دینی ادارے کا قیام بہت مشکل تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت شامل حال تھی اور مولانا موصوف کی کوشش اخلاص پر مبنی تھی اس لیے اس

سرزمین میں ایک خوب صورت گلستانِ قرآن وحدیث قائم ہوگیا۔ یہ ادارہ کسی دینی درس گاہ میں علوم اسلامیہ وعربیہ کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم کی تعلیم کے لیے پہلی مثال تھی۔ یہاں سے پڑھنے والا طالب علم دینی علوم کا سکالر بننے کے ساتھ ساتھ میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے اور بی کام کر کے معاشرے کا ایک بہترین فرد بن سکتا ہے۔

محیرالعقول کارنامہ کوٹ ادّو ایسے پس ماندہ علاقہ میں کیڈٹ کالج کا قیام ہے جس سے فارغ ہونے والے طلباء وطن عزیز پاکستان کے متعدد مقامات پر دفاعی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولانا موصوف کے قابل تحسین کارہائے نمایاں میں کامرس کالج، ڈگری کالج اور لاء کالج کا قیام بھی شامل ہے۔ خواتین کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے موصوف نے جامعہ عائشہ للبنات کی بنیاد رکھی۔

آپ کی یہ دینی وتعلیمی خدمات آپ کے نام کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے علاقے میں مساجد کا جال بچھا دیا جن مساجد میں اللہ کے نیک بندے آج نمازیں ادا کر رہے ہیں۔ مساجد کے ساتھ ساتھ چھوٹے لیول پر دینی مدارس کا قیام بھی آپ کا شاندار کارنامہ ہے، جن کے مدرسین کی تنخواہیں مولانا موصوف خود ادا کرتے تھے۔

دینی وتعلیمی خدمات کے ساتھ موصوف کی سماجی اور رفاعی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے سماجی اور رفاعی کاموں کے لیے ایک تنظیم ''جمعیت البر والاصلاح'' کے نام سے قائم کر رکھی تھی، جو عوام کی فلاح وبہبود اور ان کے عائلی تنازعات نمٹانے میں پیش پیش ہے۔

یہ تنظیم مفلوک الحال خاندانوں کو مستقل بنیادوں پر تعاون کرتی ہے، بے سہارا اور غریب حضرات کے وظائف مقرر کرتی ہے۔ جیلوں میں قیدیوں کے لیے ٹھنڈے پانی، بجلی کے پنکھوں اور دوسرے انسانی حقوق کی فراہمی کرتی ہے۔ یقیناً یہ بہت اچھے کام ہیں اور مولانا کے لیے صدقہ جاریہ کا باعث ہوں گے۔ ان شاء اللہ

آپ کی سماجی ورفاعی خدمات کا دائرہ کار وسیع تر ہے۔ اس مختصر مضمون میں احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

ان خدمات کے علاوہ آپ کی زندگی کا ایک اہم باب میدانِ سیاست ہے۔ آپ نے سیاست کی پرخار وادی میں اس وقت قدم رکھا جب آپ کے علاقے میں وڈیروں، جاگیرداروں اور رسہ گیروں نے عوام کالانعام کو اپنے جال میں پھانس رکھا تھا۔ ان ظالم سماج عناصر نے عوام کے حقوق غصب کر رکھے تھے۔ اس وجہ سے مولانا سلفی رحمہ اللہ عوام کے حقوق کی پاس داری کرنے اور انہیں ان ظالم لٹیروں اور رسہ گیروں کے استحصال سے بچانے کے لیے میدانِ سیاست میں کود پڑے اور جلد ہی اپنی سیاسی حیثیت کالوہا منوالیا۔

آپ ان تمام دنیوی آلائشوں سے دور رہے جن میں اکثر سیاست دان ملوث ہوتے ہیں۔ آپ نے متعدد بار قومی وصوبائی انتخابات میں حصہ لیا اور ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں ممبر صوبائی اسمبلی منتخب ہوئے۔ اس کے بعد تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ضلع مظفر گڑھ کے کونے کونے میں جلسے وجلوس کا انعقاد کرواتے رہے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے دور کا جب آغاز ہوا تو ہمارے ممدوح سلفی رحمہ اللہ جمعیت اہل حدیث کے رکن رکین تھے اور عرصہ دراز تک مجلس شوریٰ کے رکن اور ضلع مظفر گڑھ کے امیر رہنے کے ساتھ ساتھ بارہ سال مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے امیر بھی رہے۔ موصوف نے ان بارہ سالوں میں جماعت اہل حدیث کو منظّم کرنے کی انتھک کوششیں کیں۔

جمعیت اہل حدیث کے پلیٹ فارم پر مولانا موصوف نے جو خدمات سرانجام دیں اسے آج بھی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مولانا عبداللہ سلفی رحمہ اللہ نے اپنی حیاتِ مستعار کے ۶۴ سالوں میں مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

اگر موصوف کی زندگی میں چند سال اور آ جاتے تو وہ ضرور معہد الشرعیہ والصناعۃ کو ایک قابل رشک یونیورسٹی تک لے جاتے۔ لیکن ربّ قادر مطلق کا فیصلہ اٹل ہے اور موت کا وقت مقرر ہے۔ اس میں تقدیم

وتا خیر نہیں ہوسکتی اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کی قدر وقضا پر ایمان رکھتے ہیں۔

الغرض کوٹ اڈو کی بے آب وگیاہ سرزمین کا یہ درخشندہ ستارہ ۱۲ ذوالحجہ بروز بدھ ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۹ نومبر ۲۰۰۹ء کو درسِ قرآن دیتے ہوئے دل کا دورہ پڑنے سے اس دنیا فانی سے رخصت ہوکر اپنے پیچھے ۴ بیویاں، ۱۳ لڑکے، ۱۶ لڑکیاں اور ہزاروں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ گیا۔

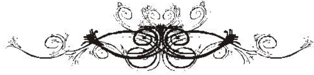
ان کی اچانک وفات کی خبر بجلی بن کر گری۔ چناں چہ آپ کے جنازے میں تمام مکاتب فکر کے حضرات نے شرکت کی، جن میں علمائے کرام، اساتذہ وشیوخ عظام کے علاوہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے حضرات شریک تھے۔

نماز عصر کے بعد استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری ﷾ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مرحوم کو پرخلوص دعاؤں سے رخصت کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا سلفی ﷫ کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائیں اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

مولانا کے لواحقین سے گزارش ہے کہ مولانا موصوف کے مشن کو جاری وساری رکھیں۔

پھلا پھولا رہے یا ربّ! چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں



اصلاح معاشرہ

چہرے کا پردہ

حافظ محمد اسحاق سلفی (ایم فل جی سی یونیورسٹی)

الحمد للّٰه الكبير المتعال والصلٰوة والسلام على النبى المختار وعلٰى آله وصحبه الابرار ومن تبعهم باحسان الى يوم التناد ۔ أما بعد!

عورت کے چہرہ پر نقاب کو آج کی مہذب دنیا میں انتہائی مکروہ اور گھناؤنی چیز سمجھا جاتا ہے۔ اور اسے ظلم، تنگ خیال اور وحشت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ مشرقی اقوام کی جہالت اور تمدنی پس ماندگی کا سب سے بڑا سبب بھی پردہ ہی بتلایا جاتا ہے۔ اور جب کسی ملک کی ترقی کا ذکر مقصود ہو تو سرفہرست یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہاں سے پردہ رخصت ہوا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ پردہ کی موجودگی میں اس تہذیب کو اپنے کھیل کھیلنے کا موقع نسبتاً کم ہی نظر آتا ہے۔

عورت پہلے صنف نازک سمجھی جاتی تھی، موجودہ تہذیب نے اسے برابری کا درجہ دیا، پھر اسے صنف بہتر کا درجہ دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرد خود صنف کہتر بن چکا ہے۔ بالفاظ دیگر عورت کی آزادی مرد کی غلامی پر منتج ہوگئی، عورت پہلے حجاب سے نکلی پھر اپنے آپ سے نکلی، پھر مرد کے قبضہ سے نکل گئی۔ کیوں کہ آزادی کی ایک کڑی دوسری کڑی سے اس قدر مربوط ہے کہ ایک کو دوسری سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

اگر کوئی قوم حجاب کی ابتدائی کڑی کو توڑ دے گی تو لامحالہ فحاشی کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچ کر ہی دم لے گی۔ اگر عورت نے گھر کی چار دیواری کا پردہ توڑ ڈالا، تو دوسری زد آواز کے حجاب پر پڑی، آوازوں نے عریاں ہو کر چہروں کو بے حجاب کیا اور چہروں نے کھل کر نگاہوں سے پردے فاش کیے۔ آزاد نگاہوں نے خیالات کو آزاد کر دیا، لباس کی قطع وبرید نے پہلے اعضاء حسن کو بے حجاب کیا، سینہ، گلا اور بازوؤں کی نمائش شروع ہوئی، عریاں حسن نے اعضائے شہوت کے پردے ہٹادیے، پنڈلیاں اور رانیں بے حجاب ہوئیں، جب یہ مبادیات پورے ہوئے تو مقصد قریب تر ہوگیا، اور بالآخر وہ شرم گاہیں بے حجاب ہوگئیں جن کی حفاظت کے لیے حجاب کا یہ طویل سلسلہ قائم کیا گیا تھا۔

پھر اس مہذب طبقہ میں سے کچھ ایسے لوگ آگے بڑھے جنہوں نے اسلام ہی سے بے حجابی کو ثابت کرنا شروع کردیا۔ انہوں نے کچھ چہرے کے محل حجاب ہونے میں اختلاف سے فائدہ اٹھایا اور کچھ اضطراری صورتوں کی روایات سے، پھر اپنے ان دلائل کو ادیبانہ طرز بیان اور رنگ امیزی سے یوں پیش کیا کہ کم تعلیم یافتہ نیک نیت مسلمان بھی ان کی تحریروں سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان حالات وواقعات کو مدنظر رکھ کر خدمت اسلام میں حصہ ڈالنے کے لیے اور معترضین اسلام کو دلائل حقہ کے ساتھ مسکت کرنے کے لیے قلم اٹھانا پڑا۔

چہرے کے پردہ کے دلائل

پہلی دلیل: جنگ احزاب سے پہلے تک عام معاشرہ کا یہ حال تھا کہ مسلمان عورتیں اپنی پوری زینت وآرائش کے ساتھ بے حجاب پھرتی تھیں۔ مسلم گھرانوں میں غیر محرموں کے داخلہ پر کسی قسم کی پابندی نہ تھی۔ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین بھی اسی طرح گھروں سے باہر جایا کرتی تھیں جیسے دوسری عورتیں۔ یہ صورت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بڑی شاق گزرتی تھی۔ چناں چہ اس صورتِ حال سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

"كان عمر بن الخطاب يقول لرسول اللّٰه احجب نسائك ـ قالت ولم يفعل، وكان ازواج النبى يخرجن ليلاً قبل المناصيح خرجت سودة بنت زمعة وكانت امرأة طويلة فراٰها عمر بن الخطاب وهو فى المجلس فقال عرفتك يا سودة حرصاً على ان ينزل الحجاب قالت فانزل اللّٰه آية الحجاب ـ [بخارى، كتاب الاستيذان، باب آيت الحجاب، كتاب التفسير، باب لا تدخلوا بيوت النبى]

دوسری دلیل: سورۃ الاحزاب میں ہے:

﴿ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ [الحزاب:۵۳]

''جب تمہیں نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنا ہوتو حجاب کے پیچھے سے مانگا کرو۔''

اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت کا چہرہ محل حجاب نہیں ہے تو حجاب کے اس حکم کی ضرورت بھی کیا رہ جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ گھر کے باہر کھڑے ہوکر چیز مانگ لیا کرو بلکہ ﴿من وراء حجاب﴾ فرمایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ غیر محرموں سے عورت کے لیے منہ چھپانا واجب ہے۔

ممکن ہے بعض دوست ﴿ وراء حجاب ﴾ کے حکم کو محض گھر کی خلوت پر محمول کریں لیکن ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ افک کے دوران جب صفوان بن معطل سے چہرہ کو ڈھانپ لیا تھا تو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتلا دی تھی کہ اس سے پہلے آیہ حجاب نازل ہوچکی تھی۔ اسی طرح حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب حضور ﷺ نے امّ مکتوم رضی اللہ عنہ سے پردہ کا حکم دیا تو اس وقت وہ بھی تصریح کرتی ہیں کہ اس سے پہلے پردہ کا حکم نازل ہوچکا تھا۔[امام ترمذی،محمد بن عیسٰی، کتاب الترمذی، باب الادب باب نظر الفجاء ة]

تیسری دلیل: سنن نسائی میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين۔"

''عورت احرام کی حالت میں نہ نقاب اوڑھے اور نہ دستانے پہنے۔'' [سنن نسائی، کتاب الحج]

آپ کے اس حکم سے صاف واضح ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد مسلم معاشرہ میں عورتوں نے منہ اور ہاتھوں کو چھپانا شروع کردیا تھا جبھی تو حالت احرام میں رسول اللہ ﷺ نے نقاب اوڑھنے سے منع فرمایا۔ اگر چہرہ کا پردہ رائج نہ ہوتا تو آپ کو یہ حکم دینے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

چوتھی دلیل: صحیح بخاری میں آتا ہے، حضرت اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء۔" [الجامع الصحیح، کتاب الفتن، باب ما يتقى من شئووم المرأة]

''میرے بعد تمام فتنوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ مردوں کے لیے عورتوں کا فتنہ ہے۔''

اب دیکھیں کہ عورت کے چہرہ کھلا رکھنے سے یہ فتنہ زیادہ ہوتا ہے یا کم!

پانچویں دلیل: جامع الترمذی میں آتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

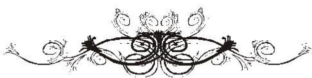
" ان المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان واقرب ما تكون برحمة ربها وهى فى قعر بيتها۔"

''عورت پوری کی پوری ستر ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے (تاکہ اسے اپنا آلہ کار بنائے) اللہ کی رحمت سے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے کسی گوشہ میں ہو۔'' [کتاب الرضاع، باب کراہیۃ دخول علی المغیبات]

اس حدیث سے عورت کے تمام جسم کو عورة کہا گیا ہے جس میں چہرہ اور ہاتھ بھی شامل ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کا پردہ واجب ہے۔

چھٹی دلیل: یہ بات تو واضح ہے کہ امہات المومنین چہرہ کا پردہ کرتی تھیں حالاں کہ وہ قرآن کی نص صریح کے مطابق تمام مسلمانوں کی مائیں اور قابل احترام تھیں۔ ان سے بعد وفات النبی کوئی نکاح بھی نہیں کرسکتا، گویا تمام مسلمانوں پر حرام تھیں۔ پھر جب ان سے چہرہ کا پردہ ساقط نہ ہوا تو عام مسلمان عورتوں سے کیسے ساقط ہوسکتا ہے؟

ساتویں دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان یہ ہے کہ حج کے دوران بھی ہم (چہرہ کے پردہ کی رخصت کے باوجود) راہ گیروں سے پردہ کرلیا کرتی تھیں۔ پھر جب یہ لوگ گزر جاتے تو پردہ اٹھا دیا کرتی تھیں۔ اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ''نحن'' کا لفظ استعمال فرمایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کے پردہ کا رواج صرف امہات المومنین تک محدود نہ تھا بلکہ پورے مسلم معاشرے میں یہ رواج پڑ چکا تھا۔



ایڈیٹر کی ڈاک

از صاحبزادہ برق التوحیدی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

مکرمی ومحترمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد!

امید واثق ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آنجناب جملہ احباب ورفقاء سمیت خیر وعافیت سے ہوں گے۔ آنجناب کے مؤقر جریدہ الاعتصام کا مطالعہ باعث فرحت بنتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب وسنت کی خدمت کی مزید توفیق نصیب فرمائے۔

الاعتصام مجریہ ۵ تا ۱۱ مارچ ۲۰۱۰ء شمارہ: ۱۰، جلد: ۶۲ میں مضمون ''ہم میلاد کیوں نہیں مناتے؟'' ماشاء اللہ بہت عمدہ ہے مگر موصوف مضمون نگار نے آخر میں ''ولادت کے دن مسنون عمل کے ضمن میں کہا ہے کہ ''البتہ ایک عمل ثابت ہے اور وہ ہے ہر سوموار کو روزہ رکھنا۔'' اس جملہ سے راقم الحروف کے خیال میں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ شاید سوموار کے روزہ کی اصل علت ولادت باسعادت ہے یا کہ ولادت باسعادت کی بنا پر روزہ رکھنا مسنون ہے۔

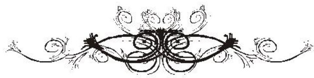
حالاں کہ میرے خیال میں ایسا تاثر دینا یا لینا خلاف واقع ہے۔ کیوں کہ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنے سے متعلق جملہ روایات واحادیث کو جمع کر کے دیکھا جائے تو اصل علت ''عرض اعمال'' ہے یہ بات جو فرمائی گئی وہ صرف اضافی فائدہ کے طور پر ہے۔ جیسا کہ ''انزل علیّ'' دوسری اضافی بات بتائی گئی۔

گویا اگر یہ ولادت سعادت پر مسنون عمل ہے تو نزول وحی کے اعتبار سے بھی یہ مسنون عمل ہونا چاہیے۔ حالاں کہ شاید امت میں کوئی بھی اس کا قائل وفاعل نہیں یعنی عامل نہیں جب کہ ولادت کی نسبت سے بھی سلف میں کسی سے اس مسنون عمل کا مظاہرہ ثابت نہیں۔ اگر اسے آپ ﷺ سے خاص سمجھ لیا جائے تو بھی دوسروں سے اس کا عمل ثابت نہیں کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا ائمہ میں سے کسی نے آپ ﷺ کی ولادت کی بنا پر سوموار کا روزہ رکھا ہو اور اگر اس سے ہر شخص کو اپنے یوم ولادت پر اظہار تشکر کے لیے مسنون قرار دیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کرنا اگرچہ من وجہ درست تو ہوسکتا ہے مگر اسلاف میں سے کسی سے بھی ایسا کرنا ثابت نہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سلف میں سے کسی نے بھی اس علت کو مؤثر نہیں سمجھا۔

اصل علت صرف عرض اعمال ہے یا پھر بھی بالرسول ﷺ اور اس صورت میں بھی مرجع پہلی علت ہی قرار پانا راجح ہے۔ البتہ آج کل اہل بدعت نے بدعت میلاد کو سند جواز بخشنے کے لیے مسلم شریف کی روایت کا سہارا لے کر روزہ رکھنا بھی شروع کر دیا ہے جس کی حیثیت محض ''میلاد'' جیسی ہے۔ کیوں کہ...... **انما الاعمال بالنیات** ...... کے باوصف صرف سال میں ایک روزہ ہی تو سنت نہیں اور وہ بھی سوموار کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ۱۲/ ربیع الاوّل کے ساتھ ہو تو واضح ہے اس میں تاسی بالرسول ﷺ کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

بہر حال یہ چند سطور صرف اس لیے تحریر کی ہیں کہ نفس مسئلہ کی تحقیق کر لی جائے جو الاعتصام کا طرۂ امتیاز ہے اور یہ کہ ہماری کوئی تحریر یا تقریر اہل بدعت کے لیے ''حوالہ'' نہ بنے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت سے خدمت مسلک کی توفیق بخشے اور یہ چشمۂ فیض ہمیشہ جاری ہے جو ہمارے محسن ومربی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ والسلام



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

تحریک ختم نبوت (حصہ نہم)

تالیف: ڈاکٹر محمد بہاؤالدین (برطانیہ)
ضخامت: ۵۴۴ صفحات
قیمت: درج نہیں
ناشر: مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

جماعت اہل حدیث کے بزرگ رہنما اور اسلاف کی نشانی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب گورداسپوری ﷾ کے صاحبزادۂ گرامی قدر نے تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں جو گراں قدر خدمت انجام دینا شروع کی تھی اس کی اب تک دس ضخیم جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اس تحریک میں اہل حدیث کے بزرگوں اور عام لوگوں نے جس عقیدت اور محبت سے حصہ لیا تھا وہ تاریخ کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

علمائے اہل حدیث کے ساتھ ساتھ دیگر مکاتب فکر کے اکابر وعلمائے کرام نے بھی بڑھ چڑھ کر قادیانی ومرزائی عقائد ونظریات کی بیخ کنی کی۔ ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین نے تاریخی حقائق بیان کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا بلکہ عالم اسلام کے ان دیگر مسالک کے علمائے کرام (مولانا غلام دستگیر قصوری (بریلوی)، مولانا رشید احمد گنگوہی (دیوبندی)، مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی، مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری اور اسی طرح مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی) رحمہم اللہ کا بھی اس تحریک میں ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین نے علمائے اہل حدیث کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کا ہی ردّ نہیں کیا۔ بلکہ اپنی اس تاریخی مساعی میں قادیانیت کے پورے تانے بانے کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ مرزا قادیانی کے بعد مرزائیوں نے اپنا خلیفہ مرزا غلام احمد کے دست راست حکیم نور الدین کو بنایا اس کے بعد مرزا کے بیٹے مرزا بشیر الدین اور مرزا بشیر الدین محمود کے مرنے کے بعد مرزا ناصر احمد کو خلیفہ بنایا۔ مرزا ناصر احمد آخری سانس لے رہا تھا کہ احمدی خلیفے کی کرسی کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ مرزا رفیع احمد اور مرزا طاہر احمد کے درمیان باقاعدہ لڑائی تک ہوئی اور اس زور آزمائی میں مرزا ناصر کے بعد مرزا طاہر آیا۔ مرزا طاہر کے بعد اس وقت مرزا مسرور احمد چناب نگر (پاکستان) کی بجائے لندن میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور انگریزوں کے سایہ عاطفت میں زندگی گزار رہا ہے۔

زیر تبصرہ جلد نہم میں قادیانیت کے خلاف جتنا بھی مواد میسر آ سکا ہے ڈاکٹر موصوف نے اس کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ اسی طرح جلد اوّل یا جلد نہم تک بڑا مفید وتاریخی معلومات سے لبریز مواد سامنے آ چکا ہے۔ علمائے پنجاب خصوصاً امرتسر سے پنجابی علماء کا کام بھی اس جلد میں دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمہ اللہ کی پنجابی نظم بھی ہے۔

مشاہیر کے خطوط بنام بشیر انصاری ایم۔اے

ضخامت: ۴۰۰ صفحات
قیمت: درج نہیں
خصوصیات: مضبوط جلد، کمپیوٹر کمپوزنگ، خوب صورت ٹائٹل وسفید کاغذ
ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان
۱۰۶۔ راوی روڈ لاہور ۵۴۰۰۰
ملنے کا پتا: اہل حدیث پبلی کیشنز ۱۰۶ راوی روڈ لاہور 0321-6487892
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

محترم بشیر انصاری ﷾ ہماری جماعت کے کہنہ مشق اور باہمت

صحافی ہیں۔موصوف دینی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ جماعتی صحافت میں ایک جانا پہچانا نام ہیں۔ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۳ء کی ہے اور آپ جنڈیالہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔قیامِ پاکستان کے وقت ان کی عمرہ چودہ برس تھی۔یوں انہوں نے پاکستان کے اس وقت کے حالات کو بھی دیکھا تھا جب ہمارے بزرگ ترک سکونت کرکے پاکستان میں آرہے تھے۔انہوں نے پاکستان میں آکر گوجراں والا میں قیام کیا۔اور تعلیمی سلسلے کو دوبارہ شروع کیا۔دینی ودنیاوی تعلیم کو جاری رکھا اوراس طرح پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے علومِ اسلامی اورایم اے ادبیات کی ڈگریاں حاصل کیں۔

لکھنے لکھانے کا شوق رکھتے تھے۔زمانہ طالب علمی سے ان کے مضامین اخبارات ورسائل وجرائد میں شائع ہونا شروع ہوگئے تھے۔پھر باقاعدہ دینی صحافت میں آئے تو سب سے پہلے ۱۹۶۹ء میں علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے جاری کردہ ''ترجمان الحدیث'' کی مجلس ادارت میں آ گئے۔بعدازاں مجلّہ ''اہل حدیث'' کے مدیراعلیٰ،ہفت روزہ ''الیوم''، ہفت روزہ ''الاسلام'' لاہور کے ایڈیٹر رہے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ شہید ہوئے تو ان کے بعد پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ اورمیاں فضل حق مرحوم نے اپنی جماعتوں کو مرکزی جمعیت اہل حدیث میں ضم کردیا تھا۔یوں بشیر انصاری صاحب مرکزی جمعیت اہل حدیث کے آرگن ہفت روزہ اہل حدیث کے مدیراعلیٰ مقرر کیے گئے۔ ۱۹۹۰ء سے تاہنوز وہ ان ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں۔

زیرتبصرہ کتاب ''مشاہیر کے خطوط بنام بشیر انصاری'' موصوف کی مرتب کردہ ہے۔یہ خطوط ائمہ حرمین شریفین،علمائے اسلام واہل حدیث،صحافی،شعراء،سیاسی ومذہبی رہنماؤں کے ہیں جو جناب بشیر انصاری کو موصول ہوئے۔تریسٹھ اصحابِ علم وفضل کے یہ سیکڑوں خطوط اپنے اندر بڑی دلچسپ،تاریخی،جماعتی اور علمی معلومات سموئے ہوئے ہیں۔ان خطوط سے پہلے خط لکھنے والے احباب کا تعارف بھی لکھا گیا ہے۔

یہ کتاب جہاں تاریخی اعتبار سے بڑی مفید ہے وہاں ہمارے علمائے کرام مرحومین وموجودین کے اسلوبِ تحریر کا مرقع بھی ہے۔یہ بابرکت تحریریں پڑھ کر ایمان تازہ اور ذہن متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کتاب کے اوّلین صفحات میں جناب انصاری صاحب نے ان خطوط کی غرض وغایت اور اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔پھر مؤرخ اہل حدیث حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے حرفے چند کے عنوان سے خطوط کی اہمیت وتوقیر کو اپنے مخصوص اندازِ تحریر سے مزین کیا ہے۔جناب پروفیسر غلام نبی عارف کا مقدمہ اور ممتاز صحافی وتاریخ دان جناب ڈاکٹر ابوسلمان صاحب شاہ جہان پوری حفظہ اللہ کا ایک جان دار مضمون جناب مؤلف کے بارے میں تحریر ہے۔

عرب ائمہ وعلما وشیوخ کرام کے خطوط کا عربی متن اوران کا اردو ترجمہ دونوں شائع کیے گئے ہیں۔شائقین علم کے لیے یہ کتاب لائق مطالعہ ہے۔

مدرسہ دارالسلام المسجد الربانی اہل حدیث چونیاں روڈ حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑا

تقسیم اسناد کے موقع پر

25مارچ2010ء
بمطابق
8ربیع الثانی۱۴۳۱ھ
بروز جمعرات

عظیم الشان

سالانہ

سیرت النبی ﷺ کانفرنس

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث محمد یوسف راجووال

زیر نگرانی: محمد ابراہیم خلیل

اسٹیج سیکرٹری: مولانا ظفر عباس نوید

تلاوت قرآن: قاری مدثر راشد

مقررین حضرات

حضرت ابوانعام مولانا محمد یوسف اللہ شاہ سید (گوجرانوالہ)

مولانا محمد عمران شریف
مولانا محمد شریف الہ آبادیؒ

مولانا محمد اکرم صاحب (کلیر کلاں)
(فاضل مدینہ یونیورسٹی)

جناب مولانا حافظ محمد اقبال قصوری

قاری تاج دین شاکر چوکی

مولانا ظفر اللہ قمر لکھوی اوکاڑا

مولانا محمد ادریس اثری

مولانا عبداللہ کلیم

مولانا احمد دین صاحب

اپیل برائے مدرسہ

- مدرسہ ہذا میں 35 طالبات اور 10 طلباء رہائش پذیر ہیں۔ ان کا کھانا (صبح، دوپہر، شام) مدرسہ کے ذمے ہے۔
- گندم کی کٹائی کے موقع پر مخیرّ احباب حسب سابق عشر نکالتے وقت طلباء وطالبات کے حصے کو ضرور یاد رکھیں۔

عشر خود نہ پہنچا سکیں تو اطلاع کر دیں۔ فون: 0333-6689310

داخلہ جاری ہے

مدرسہ دارالسلام المسجد الربانی کے شعبہ حفظ القرآن میں داخلہ جاری ہے۔ داخلے کے خواہش مند جلد رابطہ کریں۔

(مولانا) محمد ابراہیم خلیل
مہتمم مدرسہ دارالسلام۔ المسجد الربانی اہل حدیث
چونیاں روڈ۔ حجرہ شاہ مقیم۔ ضلع اوکاڑا۔ فون: 0333-6689310

جبر

لکھی ہے سرِ صبح ستاروں کے لہو سے
شب نے کسی ناکامِ تمنا کی کہانی
دریا کے دھڑکتے ہوئے دل کا ہے فسانہ
موجوں کی کشاکش میں حبابوں کی روانی
دن رات کی اس گردشِ پیہم کے اثر سے
ہر روز شفق کرتی ہے خوں نابہ فشانی
اک آن میں پامالِ ستم ہائے خزاں ہے
کلیوں کا لڑکپن ہو کہ پھولوں کی جوانی
اک دل بھی نہیں فطرتِ مجبور سے آزاد
مجروحِ غمِ دھر ہے ماما ہو کہ رانی
اک کیفیتِ غم ہی کو کہتے ہیں مسرت
احساس کا دھوکا ہے غمِ عشرتِ فانی
شبنم کی تمنا کا جنازہ ہے جنازہ
پھولوں کی جبینوں سے ڈھلکتا ہوا پانی
کونین میں ہے جبرِ مسلسل کی خدائی
اے قادرِخلّاق دہائی ہے دہائی